جلد ۲۰ | رجب المرجب ۱۴۰۶ھ مارچ/اپریل ۱۹۸۶ء | شمارہ ۷

* نگراں:

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی

* مدیر:

محمد تقی عثمانی

* ناظم:

فاروق القاسمی ایم اے (عثمانیہ)

سالانہ بدل اشتراک: بیرون ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک و رجسٹری

ست ہائے متحدہ امریکہ ۲۱۰/ روپے ● برطانیہ۔ جنوبی افریقہ۔ ویسٹ انڈیز۔ برما۔ انڈیا۔ بنگلہ دیش۔ تھائی لینڈ۔ ہانگ کانگ

ریا۔ آسٹریلیا۔ نیوزی لینڈ ۱۶۰/ روپے ● سعودی عرب۔ عرب امارات۔ مسقط۔ بحرین۔ عراق۔ ایران۔ مصر۔ کویت ۱۳۰/ روپے

خط وکتابت کا پتہ: ماہنامہ "البلاغ" دارالعلوم کراچی ۱۴ فون نمبر: ۳۱۱۲۱۷

ترتیب

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی

ذکر و فکر:

مصر اور الجزائر میں چند روز

دوسری قسط

حمد و ستائش اُس ذات کیلئے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود و سلام اُس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دُنیا میں حق کا بول بالا کیا

بجایہ میں ہمارا قیام "فندق الحمادیین" میں ہوا۔ یہ ہوٹل شہر بجایہ سے تقریباً پانچ میل دُور بحر متوسط کے بالکل کنارے واقع ہے۔ بجایہ کی چھوٹی سی بندرگاہ جس ساحل پر واقع ہے، وہاں سے یہ ساحل جنوب مغرب کی طرف ایک ہلالی نیم دائرہ بناتا ہوا چلا گیا ہے، اور پھر جنوب کی طرف مُڑ کر سیدھا ہو گیا ہے۔ اس ساحل کے ساتھ ساتھ ایک ساحلی سڑک (Marine Drive) حدِ نظر تک چلی گئی ہے۔ جس کے مغرب میں سرسبز و شاداب پہاڑیوں کا سلسلہ ہے، اور مشرق میں بحرِ متوسط پوری آب و تاب کے ساتھ بہہ رہا ہے۔ فندق الحمادیین اسی ساحلی سڑک پر واقع ہے، اس کے کمروں کی کھڑکیاں سمندر کے کنارے کھلتی ہیں، اور کمرے کی اندرونی فضا ہر وقت موجوں کے دلآویز ترنم سے معمور رہتی ہے۔

میں اپنے کمرے میں پہنچا تو اس کے مشرقی دروازے سے، جو ایک چھوٹے سے برآمدے میں کھلتا تھا، بحیرۂ روم کا حسین منظر سامنے تھا، حدِ نظر تک بحیرۂ روم کی نیلگوں موجیں کروٹیں لیتی دکھائی دے رہی تھیں، خیال آیا کہ یہاں سے بالکل سامنے انہی موجوں کے اُس پار اندلس کا ساحل پھیلا ہوا ہے، اور اس سمندر نے صدیوں اندلس کے مسلمانوں کو مشرقی ممالک سے ملانے کا فریضہ انجام دیا ہے، اور یہیں پر برسوں اُن فاتحین کی تگ و تاز جاری رہی ہے، جن کے نعرہ ہائے تکبیر کی گونج سے اس فضا کا ہر ذرہ معمور تھا، اس تصور سے اقبال مرحوم کے یہ اشعار یاد آ گئے ؎

تھا یہاں ہنگامہ ان صحرا نشینوں کا کبھی بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی
زلزلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے بجلیوں کے آشیانے جن کی تلواروں میں تھے

زمزموں سے جس کے لذت گیر اب تک گوش ہے
کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کیلئے خاموش ہے

کانفرنس:

مندوبین کا قیام اس فندق الحمادین میں تھا، لیکن کانفرنس یہاں سے تقریباً چھ میل دور شہر بجایہ کے ٹاؤن ہال میں ہو رہی تھی۔ یہ کانفرنس الجزائر کی وزارت مذہبی امور کے زیر اہتمام ہر سال منعقد ہوتی ہے، اور اس کا مستقل نام "ملتقی الفکر الإسلامی" ہے۔ امسال اس کیلئے موضوع تھا "الإسلام والغزو الثقافی" یعنی "اسلام اور ثقافتی جنگ"۔

اس موضوع کے مختلف گوشوں پر اظہارِ خیال کیلئے عالمِ اسلام سے معروف اہلِ علم اور اہلِ فکر کو دعوت دی گئی تھی۔ کانفرنس مسلسل آٹھ روز جاری رہی۔ سامعین میں یونیورسٹی اور کالجوں کے طلبہ کو بطور خاص مدعو کیا گیا تھا، ہر مقالے کے بعد طلبہ اس مقالے سے متعلق سوالات کرتے، اور مقالہ نگاران کا جواب دیتا تھا۔ احقر نے اس کانفرنس کیلئے "ثقافتی جنگ بذریعۂ نظام تعلیم" کے زیر عنوان ایک مقالہ لکھا تھا، لیکن جب میرے مقالے کا وقت آیا تو میں نے بہ چند وجوہ مقالے کے بجائے فی البدیہہ تقریر مناسب سمجھی:۔

اوّل تو مقالہ پورا پیش کرنے کا وقت نہیں تھا، ہر مقالہ نگار کو بمشکل دس دس منٹ دیئے جا رہے تھے، اس لئے اس مختصر وقت میں اس اہم موضوع کے تمام پہلوؤں کا احاطہ ممکن نہ تھا، دوسرے مقالے چھپ چھپ کر حاضرین میں تقسیم ہو رہے تھے، اس لئے جو بات میں کہنا چاہتا تھا وہ طبع ہو کر سب کے پاس پہنچ ہی جاتی، تیسرے میں نے دیکھا کہ حاضرین پاکستان کے حالات جاننے کے بہت مشتاق تھے، اور مختلف نشستوں کے درمیان گفت گو سے احقر نے محسوس کیا کہ نہ صرف الجزائر کے لوگ، بلکہ دوسرے ملکوں کے نمائندے بھی پاکستان کے قیام اور یہاں نفاذِ شریعت کی کوششوں سے بہت کم واقف ہیں، اور چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی بڑی حیرت اور اشتیاق کے ساتھ سنتے ہیں، اس کے علاوہ ہر نشست کے بعد طلبہ ملتے تو پاکستان کے حالات دریافت کرتے، اور بعض طلبہ نے تو صراحۃً فرمائش بھی کی کہ آپ کا خطاب پاکستان کے بارے میں ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ الجزائر میں نفاذِ شریعت کیلئے ایک خاموش تحریک کام کر رہی ہے، اور وہاں ابھی تک وہ مسائل موضوعِ بحث ہیں جن سے بفضلہٖ تعالیٰ ہم پاکستان میں فارغ ہو چکے ہیں، مثلاً یہ کہ کیا موجودہ معاشرے میں شراب بندی ممکن اور مناسب ہے؟ الجزائر پر ابھی تک فرانسیسی استعمار کے اثرات باقی ہیں، اور افسوس یہ ہے کہ آزادی کے بعد یہاں حکومتی سطح پر اسلام کے نفاذ سے زیادہ اشتراکیت کے قیام پر توجہ دی گئی۔ اب رفتہ رفتہ حالات کچھ بہتر ہو رہے ہیں۔ لیکن ماضی کے اثرات کا عالم یہ ہے کہ بڑے شہروں میں قدم قدم پر شراب خانے موجود ہیں جن میں کھلم کھلا شراب نوشی ہوتی ہے، ایسے ماحول میں اگر کہیں سے اس ام الخبائث کے خلاف آواز اٹھتی ہے تو اسے ناقابلِ عمل سمجھا جاتا ہے۔

اسی طرح ابھی تک وہاں اس قسم کے مسائل بھی زیر بحث رہتے ہیں کہ کیا اس دور میں حدودِ شرعیہ کا نفاذ ممکن یا مناسب ہے؟ کیا بینک کا سود ربا ہے یا نہیں؟۔ قابلِ شکر بات یہ ہے کہ نوجوانوں میں غیر معمولی

دینی شعور بیدار ہو رہا ہے، اور وہ بہت سی رُکاوٹوں کے باوجود لادینی رجحانات کا جم کر مقابلہ کر رہے ہیں، لہٰذا پاکستان میں نفاذِ شریعت کی طرف جو تھوڑی بہت پیش رفت ہوئی ہے، وہ ہماری نظر میں کم سہی، لیکن الجزائر کے حالات کے لحاظ سے بہت قابلِ لحاظ ہے، اور احقر نے محسوس کیا کہ اس ماحول میں پاکستان کے عملی تجربات کا تذکرہ انشاء اللہ زیادہ مفید اور ہمت افزائی کا موجب ہوگا، اور دینی حلقوں کے یہاں کے ہاتھ مضبوط کریگا۔

چنانچہ احقر نے اپنے خطاب میں مختصراً ہندوستان میں انگریزی استعمار کی تاریخ، اس کے اثرات کے خلاف تحفظِ دین کیلئے علماء کرام کی جدوجہد، قیام پاکستان اور اس کے مقاصد کی تاریخ بیان کی، اس کے بعد یہاں نفاذِ شریعت کے داعیوں اور سیکولر نظام کے داعیوں کے درمیان جو کشمکش رہی، اس کے حالات بیان کئے، اور پھر ۱۹۷۷ء کے بعد سے ملک میں نفاذِ شریعت کے سلسلے میں جو کام ہوئے ہیں انکی تفصیل بتائی۔

ان تمام حالات کو سُن کر حاضرین، بالخصوص طلبہ کا جوش وخروش قابلِ دید تھا، بات بات پر وہ اپنی تحسین وآفرین کا اظہار کرتے، یہاں تک کہ جب میں نے پاکستان میں شراب بندی اور پی آئی اے کی پروازوں میں شراب کی ممانعت کا ذکر کیا، اور یہ بتایا کہ اس ممانعت سے قبل ہمیں بعض حلقوں کی طرف سے اعداد وشمار پیش کرکے ڈرایا جارہا تھا کہ اس قانون کے نتیجے میں ملکی آمدنی کتنی کم ہوجائے گی؟ اور ایئر لائنز کو کس قدر خسارہ ہوگا؟ لیکن جب اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرکے یہ قدم اٹھالیا گیا تو یہ سارے اوہام ہوا میں اُڑ گئے، اور بحمد اللہ ایئر لائنز کو خسارے کے بجائے پہلے سے زیادہ نفع ہوا، تو طلباء جوشِ مسرت میں اپنی نشستوں سے کھڑے ہوگئے، اور دیر تک ہال تالیوں اور نعروں سے گونجتا رہا۔

تقریر کے بعد کانفرنس کے مندوبین اور طلبہ دونوں ہی بڑے اشتیاق کے ساتھ ملتے رہے، اور ابتک پاکستان کے حالات سے ناواقف ہونے پر اپنے افسوس کا بھی اظہار کرتے رہے۔ اگرچہ احقر نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہہ دیا تھا کہ ہمیں اعتراف ہے کہ ہم نے اس طویل مدت میں نفاذِ شریعت کی سمت میں جتنا سفر طے کیا ہے، وہ باقیماندہ سفر کے مقابلے میں بہت کم ہے، اور ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے، لیکن ان حضرات کی نظر میں یہ تھوڑا سا سفر بھی بہت حوصلہ افزا تھا، بہت سے لوگ دُعائیں دیتے رہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو تمام دشمنوں سے محفوظ رکھے، اور نفاذِ شریعت کے راستے میں اُسے عالمِ اسلام کی رہنمائی کا فریضہ انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین،

مَیں سوچ رہا تھا کہ اسلام کے نام پر ان تھوڑے سے اقدامات کے نتیجے میں عالمِ اسلام کے مسلمانوں کی پاکستان سے محبت کا یہ عالم ہے تو اگر ہم واقعۃً پورے طور پر اپنے نظامِ زندگی کو اسلامی سانچے میں ڈھال لیں تو پاکستان کے ساتھ ان مسلمانوں کی والہیت کا کیا عالم ہوگا؟

اس اجتماع میں طلبہ کے علاوہ طالبات بھی آیا کرتی تھیں، جن کے لئے الگ الگ جگہ مقرر تھی، تمام طالبات خاصی حد تک حجاب کی رعایت کے ساتھ آتیں، ان کا پورا جسم ایک ڈھیلی عبا میں چھپا ہوا ہوتا، اور سر اور گلے پر اوڑھنی اوڑھے ہوئے ہوتیں جو عموماً سروں سے باہر جھکی ہوتی تھیں، اور ان سے سر کا کوئی بال بھی ظاہر نہیں ہوتا تھا، البتہ چہروں پر نقاب نہیں ہوتا تھا۔ اس طریقے سے شرعی پردے کی مکمل پابندی تو نہیں ہوتی،

لیکن الجزائر جن حالات سے گذرا ہے، ان میں جدید تعلیمی اداروں کی طالبات کا اتنا اہتمام کر لینا بھی بسا غنیمت تھا۔

احقر کی تقریر کے بعد ایک نشست میں ایک طالبہ نے ایک پرچہ میرے پاس بھجوایا۔ اس پرچہ میں اس نے پاکستان کے ساتھ اپنی محبت اور اس کے حالات معلوم ہونے پر مسرت کا اظہار کیا تھا، اور افغانستان کے جہاد سے متعلق چند سوالات کئے تھے۔ طالبہ نے لکھا تھا کہ ہمارے بہت سے بہن بھائی اس جہاد میں عملاً شریک ہونا چاہتے ہیں، اس کا کیا راستہ ممکن ہے؟ نیز ہم میں سے بعض بہن بھائیوں نے مجاہدینِ افغانستان کیلئے کچھ رقم جمع کی ہے جسے بھیجنے کا ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں، اس کا کوئی راستہ بتایئے۔ اس کے علاوہ مجاہدین کے ساتھ ہمدردی اور اخوت کے اظہار کا ہمارے پاس اور کوئی طریقہ تو نہیں تھا، اس لئے ہم نے ان کو دادِ شجاعت دینے کے لئے کچھ ترانے کہے، اور انہیں چھوٹے بچوں سے پڑھوا کر ان کے کیسٹ تیار کئے ہیں جو ہم اپنے مجاہد بھائیوں کو بھیجنا چاہتے ہیں تاکہ انہیں یہ احساس ہو کہ ان کے دینی بھائی بہن ہزارہا میل کے فاصلے پر رہ کر بھی ان کے لئے دعا گو ہیں، ان کیسٹوں کو وہاں تک پہنچانے کا طریقہ کیا ہو سکتا ہے؟ اور آخر میں یہ کہ ہم نے سنا ہے کہ افغانستان کے محاذ پر جنگ کے دوران بہت سی کرامتیں بھی ظاہر ہو رہی ہیں، ان کرامتوں کے کچھ واقعات ہمیں سنایئے۔

طلبہ کے اس معصوم جذبے سے طبیعت بہت متأثر ہوئی، اور ان سوالات کا جواب بھی میں نے انہیں تحریری طور پر دیدیا، جس میں ان کی ہمت افزائی اور کچھ دینی نصائح بھی تھیں، تاہم میرا خیال تھا کہ شاید یہ نوعمر طلبہ کا وقتی جوش ہو، لیکن پاکستان آنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ محض وقتی جذبہ نہیں تھا، ان طلبہ نے میرے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق مجاہدین کی امداد و حمایت کا ہر ممکن طریقہ جاری رکھا۔

قدیم شہر بجایہ میں:

کانفرنس کے پروگرام اس قدر مسلسل تھے کہ شہر بجایہ کے اندر جانے کا موقع نہیں مل رہا تھا، مجھے چونکہ یہاں کے تاریخی مقامات دیکھنے کا شوق تھا، اس لئے ایک دن شام کی نشست کی حاضری کو مؤخر کر کے ایک الجزائری دوست کے ساتھ قدیم شہر کے اندر جانے کا پروگرام بنایا۔ یہ شہر سمندر کے کنارے پر واقع ہے، اور اس کی عمارتیں سطحِ سمندر سے سطحِ کوہ تک بتدریج بلند ہوتی چلی گئی ہیں۔ بیشتر سڑکیں بھی ڈھلوان ہیں، اور بعض جگہ چڑھائی اتنی سیدھی ہے کہ چلنے والوں کے سہارے کیلئے سڑکوں کے کنارے پر پائپ لگائے ہوئے ہیں۔

ہم سب سے پہلے بجایہ کے قدیم قلعے کے دروازے پر پہنچے جو "القصبۃ" کہلاتا ہے۔ اس کے صدر دروازے کے ساتھ ایک کتبہ لگا ہوا ہے جس پر یہ عبارت تحریر ہے:

القصبة، أسسها الموحدون 1145 - 1160 [1] وهي قلعة حكومية منيعة، وبداخلها مسجد يعتبر معهدا دراسيا عظيما علم فيه

---

[1] یہ ہندسے جنہیں آج ہم انگریزی ہندسے کہتے ہیں، دراصل قدیم عربی ہندسے ہیں، مغرب کے عرب ممالک بالخصوص الجزائر میں انہی ہندسوں کا رواج ہے، اور انکو عربی ہندسوں کی حیثیت سے اپنایا گیا ہے۔

نطا حل العلماء، ومن بینهم عبد الرحمٰن ابن خلدون۔

"قلعۂ قصبہ جسے موا حدین کے شاہی خاندان نے ۱۱۴۵ء سے ۱۱۶۰ء عیسوی تک (ساتویں صدی ہجری میں) کے درمیانی عرصے میں تعمیر کیا۔ اس قلعے کے اندر ایک مسجد ہے جو ایک عظیم درسگاہ رہ چکی ہے جس میں بڑے بڑے علماء نے درس دیا ہے جن میں علامہ ابن خلدونؒ بھی شامل ہیں۔"

قلعے کے اندر داخل ہوئے تو ایک شکستہ اور بوسیدہ عمارت نظر آئی جو قدیم طرزِ تعمیر کا نمونہ تھی، قلعہ کا بیشتر حصہ کھنڈر ہو چکا ہے، صرف چند عمارتیں باقی ہیں، اور وہ بھی مائل بہ فنا نظر آتی ہیں، جو تھوڑے بہت آثار باقی ہیں، ان میں چند بالاخانے ہیں، ایک کشادہ دالان ہے جس میں حمام کے طرز کے کچھ کمرے بنے ہیں، اسی میں ایک کنواں بھی ہے، اور قلعے کی فصیل ہے جہاں سے ساحل سمندر تک کا منظر سامنے ہے۔

لیکن قلعے کے بیچوں بیچ جو عمارت اپنی قدیم بنیادوں پر قائم ہے، وہ قلعے کی وہی مسجد ہے جس کی نشاندہی مذکورہ بالا کتبے میں کی گئی ہے۔ مسجد کا ہال کافی کشادہ ہے، اور کہا جاتا ہے کہ علامہ ابن خلدونؒ کے وقت سے اس عمارت میں کوئی ردّ و بدل نہیں کیا گیا، مسجد کے درمیانی ستون بھی اُسی دور کے ہیں، یہاں تک کہ اب یہ عمارت اس قدر مخدوش ہو گئی ہے کہ اسے زائروں اور سیاحوں کیلئے کھولا بھی نہیں جاتا۔ اتفاق سے آثار کے ایک افسر میرے الجزائری دوست سلیم کلالی صاحب کو مل گئے تھے، انہوں نے مسجد کو خاص طور پر کھلوایا۔

یہ عظیم الشان مسجد آج غیر آباد تھی، اس کے ستونوں نے اس کی چھت کا بوجھ بمشکل سنبھالا ہوا تھا، لیکن اس کے در و دیوار پر عہد ماضی کے دھندلے دھندلے آثار عہد رفتہ کی عظمتوں کی داستان سُنا رہے تھے۔ انہوں نے یہاں ابن خلدونؒ جیسی نابغۂ روزگار ہستیوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود دیکھا تھا، اور تاریخِ اسلام کے اُس عظیم مفکر کی باتیں سُنی تھیں جس کی نظیر کہیں صدیوں میں خال خال پیدا ہوتی ہے۔ ابنِ خلدونؒ [illegible] یہ میں وزیر بھی رہے، قاضی بھی، خطیب بھی، اور استاذ بھی۔

جامع مسجد اور باب البنود:

"قصبہ" کے قلعے سے نکل کر ہم کافی چڑھائی چڑھنے کے بعد شہر کے بیچوں بیچ یہاں کی جامع مسجد میں پہنچے، یہ شہر کی قدیم جامع مسجد ہے جس میں بیشمار علمائے سلف نے نمازیں پڑھیں اور خطبے دیئے ہیں اور درس دیئے ہیں، جن میں شیخ اکبر محی الدین بن عربیؒ، علامہ عبدالحق اشبیلیؒ (صاحب "الاحکام")، علامہ ابن سید الناسؒ (شارح ترمذیؒ، و صاحب "عیون الاثر"، متوفی ۶۵۹ھ)، حافظ ابن الابار القضاعیؒ (صاحبِ مسند الشہاب" و "التکملۃ للصلۃ"، متوفی ۶۵۸ھ)، علامہ ابو بکر ابن محرزؒ (متوفی ۶۵۵ھ) جیسے جلیل القدر علماء شامل تھے۔

یہ مسجد بحمد اللہ آج بھی آباد ہے، اس کے صحن کے دونوں طرف بنے ہوئے کمرے زمانۂ قدیم سے چلے آتے ہیں، یہ علماء کی درسگاہیں اور طلبہ کی اقامت گاہیں تھیں، اب بھی یہاں درس و تدریس کا سلسلہ جاری تو ہے، لیکن سرکاری تحویل اور انتظام میں۔

مسجد کا ایک بغلی زینہ پہاڑ کی اُونچائی سے ایک زیریں سڑک پر اترتا ہے، یہ سڑک شہر پناہ پر جاکر ختم ہوئی ہے۔ یہاں قدیم زمانے سے شہر کی فصیل کا ایک دروازہ بنا ہوا ہے جسے باب البنود کہتے ہیں۔ اوپر خوبصورت بُرج اَب بھی باقی ہیں۔ اس دروازے کی بیرونی دیوار پر یہ عبارت تحریر ہے :-

باب البنود الفوقة

كان يعتبر المدخل الرئيسي للمدينة ، وبه بناء جميل يحتضن مجلس السلطان الحمادي الذي كان يشرف منه على تنظيم الحفلات واستقبال القوافل ،

یہ "باب البنود الفوقہ" ہے، جو شہر کا صدر دروازہ سمجھا جاتا تھا، اس کے اوپر ایک خوبصورت عمارت ہے جس میں سلطان حمادی کی وہ نشست گاہ بھی ہے جس پر بیٹھ کر وہ اجتماعات کے انتظامات کی نگرانی اور آنیوالے قافلوں کا استقبال کرتے تھے۔

علامہ عبدالحق اشبیلیؒ کے مزار پر :

اتنا تو احقر کو معلوم تھا کہ بجایہ میں مشہور محدث علامہ عبدالحق اشبیلی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے، علم حدیث کے طلبہ اور اساتذہ کیلئے علامہ عبدالحق اشبیلیؒ محتاجِ تعارف نہیں، ان کی مشہور کتاب "الأحکام" کے حوالے شروحِ حدیث میں جابجا ملتے ہیں، خاص طور پر حافظ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "نصب الرایہ" میں ان کے بہ کثرت حوالے دیتے ہیں۔ علامہ ابن القطانؒ کی مشہور کتاب "الوھم والإیھام" انہی کی کتاب پر تنقید ہے۔ ان کی یہ کتاب ابھی تک چھپی نہیں ہے، لیکن پیر جھنڈو کے کتب خانے میں احقر نے اس کا قلمی نسخہ دیکھا ہے۔ بہرصورت وہ ایک جلیل القدر محدث اور فقیہ ہیں، اور بجایہ آنے کے بعد ان کے مزار پر حاضری کا اشتیاق تھا، لیکن کوئی مناسب رہنما نہیں مل رہا تھا۔

اس وقت بھی احقر کے رہنما سلیم کلال صاحب خود بجایہ کے باشندے نہ ہونے کی بنا پر مزار سے واقف نہ تھے، بالآخر ہم پوچھتے پوچھتے وہاں تک پہنچ ہی گئے۔ باب البنود کسی وقت شہر کی آخری حد تھی، لیکن اب شہر اس سے کافی آگے پہنچ گیا ہے، چنانچہ باب البنود سے نکلنے کے بعد کافی آگے چل کر ایک گنجان سی سڑک پر ایک چھوٹی سی مسجد تھی، اس مسجد کے اندر علامہ عبدالحقؒ کا مزار ہے۔ مزار کیا ہے؟ ایک چھوٹا سا احاطہ بنا ہوا ہے جس میں قبر کا اُبھرا ہوا نشان بھی موجود نہیں ہے۔ یہاں یہ عظیم محدث آرام فرما ہے۔

علامہ عبدالحق اشبیلیؒ ۵۱۰ھ میں اندلس کے مشہور شہر اشبیلیہ میں پیدا ہوئے تھے، عمر کا ابتدائی حصہ اندلس میں گذارا، لیکن وہاں کے سیاسی انتشار کی بنا پر وہاں سے ہجرت کرکے بجایہ آگئے تھے، اور اسی کو وطن بنالیا تھا، اسی لئے بعض اوقات انہیں "عبدالحق البجائی" بھی کہا جاتا ہے، حافظ ذہبیؒ جیسے مردم شناس بزرگ ان کے بارے میں ابن ابارؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں :

كان فقيها ، حافظا عالما بالحديث وعلله ، عارفا بالرجال ، موصوفا بالخير والصلاح ، والزهد والورع ، ولزوم السنة والتقلل من الدنيا الخ

(سیر اعلام النبلاء ص ۱۹۹ ج ۲۱)

وہ فقیہ اور حافظِ حدیث تھے، حدیث اور اس کی علتوں کے عالم تھے۔ رجالِ حدیث کو پہچانتے تھے، زہد و تقویٰ، خیر و صلاح، اتباعِ سنت اور دُنیا سے بے رغبتی کے ساتھ متصف تھے۔

بجایہ میں قیام کے دوران وہ جامع مسجد کے خطیب بھی رہے ہے، مدرس بھی، اور کچھ عرصہ کیلئے قاضی بھی، زندگی نظم و ضبط کی پابند تھی، علامہ ابن عمیرہ ضبیؒ لکھتے ہیں کہ وہ جامع مسجد میں فجر کی نماز پڑھنے کے بعد وہیں بیٹھ کر چاشت کے وقت تک طلبہ کو پڑھاتے، پھر چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھتے، اور گھر جاکر ظہر تک تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے۔ ظہر کی نماز کے بعد عدالتی کام کرتے، اور اس وقت میں بعض اوقات پڑھاتے بھی تھے، عصر کے بعد لوگوں کی ضروریات پوری کرنے اور خدمتِ خلق کیلئے گھر سے نکل جاتے، اور ہر ممکن طریقے سے اس کی تسلی فرماتے تھے۔ (بغیۃ الملتمس للضبی ص ۳۷۸)

یہ تو دن کے معمولات تھے، اور رات کے بارے میں علامہ ابوالعباس غبرینیؒ نے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی رات کے تین حصے کر رکھے تھے، ایک تہائی رات پڑھنے میں گذارتے، ایک تہائی عبادت میں، اور ایک تہائی سونے میں۔

(عنوان الدرایہ للغبرینیؒ ص ۴۲)

گھر والوں کے لئے بڑے شفیق اور مہربان بھی تھے، اور خوش طبع بھی۔ اکثر اپنی بیٹھک میں فقہاء کے ساتھ بیٹھے ہوتے، اندر سے کوئی کنیز آکر گھر کے کسی کام کیلئے پیسے مانگتی تو چھوٹی سی چیز کے لئے بھی ضرورت سے بہت زیادہ پیسے دیتے۔ ایک مرتبہ حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ جتنے پیسے آپ دے رہے ہیں، وہ ان کی مطلوب مقدار سے بہت زائد ہیں، جواب میں آپ نے فرمایا:

لا أجمع علی أهل المنزل ثلاث شینات: شیخ، وإشبیلي وشحیح۔

(عنوان الدرایہ ص ۴۴)

میں اپنے گھر والوں پر تین شین (ش) جمع نہیں کرتا، میں شیخ اور اشبیلی تو ہوں، (لہذا مجھ میں دو شین موجود ہیں) شحیح (یعنی بخیل) بننا نہیں چاہتا۔

افسوس ہے کہ ان کی تصانیف طبع نہیں ہوئیں، ورنہ کتاب الأحکام کے علاوہ ان کے تذکرے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے "الحاوی" کے نام سے ایک لغت اٹھارہ جلدوں میں لکھی تھی، اس کے علاوہ صحاح ستہ کا مجموعہ "الجامع الکبیر" کے نام سے لکھا تھا، اور احوالِ آخرت پر ایک کتاب "العاقبۃ" کے نام سے تحریر فرمائی تھی۔ نیز "کتاب التہجد"، "کتاب الرقاق" اور اختصار الرشاطی بھی ان کی تصانیف میں شمار کی گئی ہیں۔

اتنی بات تو علامہ عبدالحق اشبیلی رحمۃ اللہ علیہ کے تقریباً سبھی تذکرہ نگاروں نے لکھی ہے کہ ان کی وفات حاکمِ وقت کے ظلم و تشدد کے نتیجے میں ہوئی، لیکن اس واقعے کی کوئی تفصیل کسی نے بیان نہیں کی ــــ مگر ان کے مزار پر ایک عمر رسیدہ مجاور تھا، اُس نے بتایا کہ ہمارے آباؤ اجداد سے یہ واقعہ مشہور چلا آتا ہے کہ علامہ عبدالحق اشبیلی رحمۃ اللہ علیہ کا بجایہ کے حاکم سے کسی مسئلے پر شدید اختلاف ہو گیا تھا جس کے نتیجے میں اُس نے انہیں سزائے موت دی، اور اُن کو اسی "باب البنود" پر سُولی دی گئی جس کا ذکر پیچھے آیا ہے، پھر ان کی لاش اس دروازے کے بیرونی حصے

میں تین روز تک لٹکتی رہی۔

اُس وقت "باب البنود" شہر کی آخری حد تھی، اور غروبِ آفتاب کے بعد یہ دروازہ بند کردیا جاتا تھا، لیکن دروازہ بند کرنے سے پہلے چوکی دار یہ آواز لگایا کرتا تھا کہ "اگر شہر کا کوئی آدمی دروازے سے باہر ہے تو اندر آجائے دروازہ بند ہورہا ہے"۔

مذکورہ مُجاور کا کہنا تھا کہ جس روز علامہ عبدالحقؒ کو سُولی پر لٹکایا گیا، اُس روز شام کو چوکی دار نے حسبِ معمول یہ آواز لگائی تو جنگل کی طرف سے آواز آئی، "ٹھہرو! ابھی عبدالحقؒ شہر سے باہر ہیں"۔۔۔ چوکی دار نے اس کو واہمہ سمجھا، اور دوبارہ آواز لگائی، تو پھر جواباً وہی آواز سُنائی دی، اور یہ واقعہ تین مرتبہ ہوا۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

اُسی مُجاور نے یہ بھی بتایا کہ علامہ عبدالحقؒ کی وفات کے بعد بجایہ کے بچے بچے کی زبان پر یہ جُملہ تھا:۔

الشیخ عبدالحق، قُتل بغیرِ حق

وہ شیخ جو حق کا بندہ تھا، حق کے بغیر قتل ہوا

یہانتک کہ اس علاقے میں یہ جملہ ضرب المثل بن گیا۔

الحمد للہ، شیخؒ کے مزار پر سلام عرض کرنے اور فاتحہ پڑھنے کی توفیق ہوئی۔ مَیں سوچ رہا تھا کہ اللہ کے اس برگزیدہ بندے نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ تبلیغِ حق، خدمتِ دین اور خدمتِ خلق میں صرف کیا، اور حق ہی کی خاطر مظلومیت کی لرزہ خیز موت کو سینے سے لگا کر زندۂ جاوید ہو گئے۔ وہ حاکم جس نے انہیں سولی پر لٹکایا تھا، اسے آج کوئی نہیں جانتا، مجھے اس دَور کے تذکروں میں اس کا نام تک نہیں مِل سکا، لیکن علامہ عبدالحقؒ کا نام زندۂ جاوید ہے، اور جب تک دُنیا میں حق کے نام لیوا باقی ہیں، اُن پر عقیدت و محبت کے پھُول نچھاور کئے جاتے رہیں گے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

وادیٔ صومام میں:

بجایہ کے قیام کے دوران ایک جُمعہ آیا تو کانفرنس کے منتظمین تمام مندوبین کو بجایہ سے تقریباً اسّی میل کے فاصلے پر وادیٔ صومام لے گئے۔ یہ سرسبز و شاداب پہاڑوں میں گھری ہوئی بڑی حسین وادی ہے، یہاں کے بلند ترین پہاڑ کی چوٹی پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، اس گاؤں کے ایک کچّے مکان میں فرانسیسی استعمار کے زمانے میں الجزائر کے مختلف خطّوں کے مسلمان مجاہدین کا ایک کنونشن منعقد ہوا تھا جس میں تمام علاقوں کے لوگوں نے ایک متحد پلیٹ فارم بنا کر فرانس سے آزاد ہونے کی جدوجہد شروع کی تھی۔ حکومتِ الجزائر نے آزادی کے بعد اس مکان کو محفوظ رکھا ہے، اور اس کے آس پاس متعدد یادگاریں بنادی ہیں۔

ہماری گاڑی خطرناک پہاڑی چڑھائی کو عبور کرکے اس گاؤں میں پہنچی اور ہم اُتر کر پیدل چلے تو ایک طرف دیہاتی مکانات کی قطار تھی جن کے دروازوں پر دیہاتی عورتیں بیٹھی تھیں، جب ہمارا قافلہ ان مکانات کے قریب سے گذرا تو ان خواتین نے مسلسل چیخوں کے سے انداز میں منہ سے عجیب و غریب آوازیں نکالنی شروع کیں جو جنگل کے سنّاٹے میں دُور تک پھیلتی چلی گئیں۔ ان چیخوں میں خوف کے بجائے طربیت کا انداز نمایاں تھا۔ میں نے اس طرح کی آوازیں

پہلے کبھی نہیں سنی تھیں، اس لئے حیران تھا، میرے ساتھ تونس کے مفتی شیخ مختار السلامی تھے، میں نے اُن سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ شمالی افریقہ کے علاقے میں یہ رواج ہے کہ خواتین خوشی کے مواقع پر، یا کسی مہمان کو خوش آمدید کہنے کے لیے یہ آوازیں نکالتی ہیں، ان کو "زغارید" کہا جاتا ہے[1] اور یہ آوازیں خواتین ہی نکال سکتی ہیں یہ مردوں کے بس کا کام نہیں۔ ان آوازوں کی خصوصیت یہ ہے کہ بظاہر ان کیلئے اردو میں "چیخ" کے سوا کوئی اور لفظ استعمال نہیں کیا جاسکتا، لیکن ان کے انداز میں خوف یا رنج کا کوئی شائبہ نہیں ہوتا، بلکہ لہروں کے معمولی اتار چڑھاؤ سے اُن میں طربیت کا انداز پیدا ہو جاتا ہے، شیخ سلامی نے بتایا کہ "زغارید" بہت سی عورتیں مل کر نکالتی ہیں، اس کیلئے ان کا منہ ہلکا سا کھلتا ہے، لیکن دیکھنے والا عموماً یہ محسوس نہیں کرتا کہ یہ آواز اس منہ سے نکل رہی ہے، اور یہ اتنے تسلسل کے ساتھ نکالی جاتی ہیں کہ سانس ٹوٹنے نہیں پاتا۔

یہ "زغارید" کو سننے کا میرا پہلا تجربہ تھا، بعد میں الجزائر شہر اور قاہرہ میں بھی دیکھا کہ شادی کی تقریبات میں گھروں سے بار بار یہ آوازیں بلند ہوتی ہیں۔

بہر کیف! ہم پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے تو وہاں دیہاتی انداز کا ایک چھوٹا سا مکان تھا، جس میں الجزائر کے آزادی کے رہنماؤں کا یہ تاریخی اجتماع منعقد ہوا تھا۔ اس اجتماع سے پہلے اگرچہ فرانسیسی استعمار کے خلاف ملک کے مختلف حصوں میں تحریک آزادی شروع ہو گئی تھی، لیکن ان کے درمیان نہ کوئی رابطہ تھا، اور نہ کسی مشترک منصوبہ بندی کا کوئی تصور تھا، چنانچہ فرانسیسی حکومت ان تحریکوں کو "تخریب کاری" اور "قتل و غارت گری" کا نام دیتی تھی۔ دوسری طرف اس نے ان تحریکوں کے رہنماؤں کے درمیان رابطہ پیدا کرنے کے تمام راستے مسدود کئے ہوئے تھے، ایسے حالات میں ان رہنماؤں کا باہم ملنا موت کو دعوت دینے کے مرادف تھا۔ لیکن کچھ لوگوں نے جان پر کھیل کر اس دور افتادہ پہاڑ کی چوٹی پر اس خفیہ اجتماع کا انتظام کیا۔ اُس اجتماع کے بعد یہ متفرق تحریکیں ایک مربوط اور متحد جہادِ آزادی کی شکل اختیار کر گئیں، اور غیر ملکی طاقتوں کو بھی حریت پسندوں کی اس منظم طاقت کو تسلیم کرنا پڑا۔

اس مکان کے نیچے ایک پہاڑ کے دامن میں ایک چھوٹے سے جنگی طیارے کا تباہ شدہ ڈھانچہ پڑا ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ فرانسیسی فوج کا وہ طیارہ ہے جو آزادی کی جدوجہد کے دوران حریت پسندوں نے پہلی بار گرایا تھا۔ اسی کے ساتھ ایک کمرے میں ایک چھوٹا سا عجائب گھر ہے جس میں تحریکِ آزادی کی مختلف یادگاریں اور اُس دور کے بہت سے اخبارات محفوظ ہیں۔

الجزائر واپسی:

بجایہ میں ایک ہفتے کے قیام کے بعد تمام مندوبین کو ایک چارٹرڈ فوکر طیارے کے

---

[1] زغارید: زغردۃ کی جمع ہے، یہ لفظ "زغد" سے نکلا ہے، جو اونٹ کی مسلسل بڑبڑاہٹ کو کہتے ہیں۔ (لسان العرب ۳: ۱۹۴) لسان العرب میں "زغردۃ" کا ذکر نہیں ہے، لیکن آخر دور کی لغات میں یہ لفظ موجود ہے اور ان میں کہا گیا ہے کہ "خوشی کے مواقع پر عورتوں کے آواز نکالنے" کو کہا جاتا ہے۔ (اقرب الموارد ج ۱ ص ۴۶۶ والمنجد ج ۱ ص ۳۰۰)۔

ذریعہ واپس الجزائر لیجایا گیا۔ صبح آٹھ بجے ہم طیارے میں سوار ہوئے، طیارہ چونکہ چھوٹا تھا، اس لئے ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ نیچی پرواز کر رہا تھا، اس کے ایک طرف الجزائر کے ساحلی سبزہ زار پھیلے ہوئے تھے، اور دوسری طرف بحرِ متوسط ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ شمالی افریقہ کی اسی ساحلی پٹی سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں مجاہدینِ اسلام کے قافلے گذرے تھے۔

یہ مجاہدین گھوڑوں اور اونٹوں پر مصر، لیبیا اور تونس ہوتے ہوئے یہاں پہنچے تھے، اور انہوں نے مراکش کی آخری حدود تک اسلام کا پرچم لہرا کر دم لیا۔ میرے ایک الجزائری دوست نے بتایا کہ میں ایک مرتبہ کار کے ذریعے قاہرہ تک گیا تھا، تقریباً پانچ ہزار کیلو میٹر کا یہ سفر میں نے مختلف شہروں میں آرام دہ ہوٹلوں کے اندر رُک رُک کر کیا، لیکن جب قاہرہ پہنچا ہوں تو تھکن کی وجہ سے لب دم آچکا تھا۔ اور یہ مجاہدین گھوڑوں اور اونٹوں پر بلکہ بعض مرتبہ پیدل بھی ان لق و دق صحراؤں اور درندوں سے بھرے ہوئے جنگلوں کو قطع کرتے ہوئے، اور قدم قدم پر دشمن کی رکاوٹوں کا سامنا کرتے ہوئے یہاں پہنچے تھے، شمالی افریقہ کی فضاؤں میں ان خدامست بزرگوں کے عزم اور حوصلے کی نہ جانے کتنی داستانیں پوشیدہ ہیں، اللہ اکبر!

عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ اور ان کی فتوحات:

اس علاقے کی فتح کا اصل سہرا حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کے سر ہے، جو صحابی تو نہ تھے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ایک سال قبل پیدا ہوئے تھے۔ مصر کی فتوحات میں یہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے۔ بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ حکومت میں انہیں شمالی افریقہ کے باقی ماندہ حصے کی فتح کی مہم سونپ دی گئی تھی، یہ اپنے دس ہزار ساتھیوں کے ساتھ مصر سے نکل کر دادِ شجاعت دیتے ہوئے تونس تک پہنچ گئے[1] اور یہاں قیروان کا مشہور شہر بسایا، جس کا واقعہ یہ ہے کہ جس جگہ آج قیروان آباد ہے، وہاں بہت گھنا جنگل تھا جو درندوں سے بھرا ہوا تھا۔

حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ نے بربریوں کے شہروں میں رہنے کے بجائے مسلمانوں کیلئے الگ شہر بسانے کیلئے یہ جگہ منتخب کی، تاکہ یہاں مسلمان مکمل اعتماد کے ساتھ اپنی قوت بڑھا سکیں، ان کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ جنگل تو درندوں اور حشرات الارض سے بھرا ہوا ہے۔ لیکن حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک شہر بسانے کیلئے اس سے بہتر کوئی جگہ نہ تھی، اس لئے انہوں نے اپنا فیصلہ تبدیل نہیں کیا، اور لشکر میں جتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے ان کو جمع کیا، یہ کل اٹھارہ صحابہ رضی اللہ عنہم تھے، ان کے ساتھ مل کر حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی، اور اس کے بعد یہ آواز لگائی:-

أيتها السباع والحشرات، نحن أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ارحلوا عنا، فإنا نازلون، فمن وجدناه بعد قتلناه[2]

---

[1] سیر اعلام النبلاء، ص ۵۳۳، ج ۳۔

[2] الکامل لابن الاثیر، ص ۱۸۴، ج ۳۔ و تاریخ الطبری، ص ۱۷۸، ج ۴ احوال ۵۰ھ

"اے درندو، اور کیڑو! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں، ہم یہاں بسنا چاہتے ہیں، لہٰذا تم یہاں سے کوچ کر جاؤ، اس کے بعد تم میں سے جو کوئی یہاں نظر آئے گا، ہم اسے قتل کر دیں گے۔"

اس اعلان کا نتیجہ کیا ہوا؟ امام ابن جریر طبریؒ لکھتے ہیں :۔

فلم یبق منها شیئ إلا خرج هاربا، حتی إن السباع تحمل أولادها۔

"ان جانوروں میں سے کوئی نہیں بچا جو بھاگ نہ گیا ہو، یہاں تک کہ درندے اپنے بچوں کو اٹھائے لیجا رہے تھے۔"

اور مشہور مؤرخ اور جغرافیہ دان علامہ زکریا بن محمد قزوینیؒ (متوفی ۶۸۲ھ) لکھتے ہیں :۔

فرأی الناس ذلك الیوم عجبا لم یروه قبل ذلك، وكان السبع یحمل أشباله، والذئب أجراءه، والحیة أولادها، وهی خارجة سربا سربا، فحمل ذلك كثیرا من البربر علی الإسلام[1]

"اُس روز لوگوں نے ایسا عجیب نظارہ دیکھا جو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ کہ درندہ اپنے بچوں کو اُٹھائے لے جا رہا ہے، بھیڑیا اپنے بچوں کو، اور سانپ اپنے بچوں کو، یہ سب ٹولیوں کی شکل میں نکلے جا رہے تھے، یہ منظر دیکھ کر بہت سے بربری مسلمان ہو گئے۔"

اس کے بعد عقبہ بن نافعؓ اور ان کے ساتھیوں نے جنگل کاٹ کر یہاں شہر قیروان آباد کیا، وہاں جامع مسجد بنائی، اور اسے شمالی افریقہ میں اپنا مستقر قرار دیا۔ حضرت معاویہؓ ہی کے دور میں عقبہ بن نافعؓ افریقہ کی امارت سے معزول ہو کر شام میں آباد ہو گئے تھے، آخر میں حضرت معاویہؓ نے انہیں دوبارہ وہاں بھیجنا چاہا، لیکن آپ کی وفات ہو گئی، بعد میں یزید نے اپنے عہد حکومت میں انہیں دوبارہ افریقہ کا گورنر بنایا، اس موقع پر انہوں نے قیروان سے مغرب کی طرف اپنی پیشقدمی پھر سے شروع کی، اور روانگی سے پہلے اپنے بیٹوں سے کہا :

إني قد بعت نفسي من الله عز وجل، فلا أزال أجاهد من كفر بالله۔

"میں اپنی جان اللہ تعالیٰ کو فروخت کر چکا ہوں، لہٰذا اب (مرتے دم تک) اللہ کا انکار کرنے والوں سے جہاد کرتا رہوں گا۔"

اس کے بعد انہیں وصیتیں فرمائیں، اور روانہ ہو گئے۔[2] اسی زمانے میں انہوں نے الجزائر کے متعدد علاقے تلمسان وغیرہ فتح کئے، یہاں تک کہ مراکش میں داخل ہو کر اس کے بہت سے علاقوں میں اسلام کا پرچم لہرایا، اور بالآخر آسفی کے مقام پر، جو افریقہ کا انتہائی مغربی ساحل تھا، بحرِ ظلمات (اٹلانٹک) نظر آنے لگا۔ اس عظیم سمندر پر پہنچکر ہی حضرت عقبہؓ نے وہ تاریخی جملہ کہا کہ :

یا رب! لولا هذا البحر لمضیت في البلاد مجاهدا في سبیلك

---

[1] آثار البلاد، للقزوینی ص ۲۴۲۔ القیروان۔ [2] کامل ابن اثیر ص ۴۲ ج ۴ احوال ۶۲ھ

پروردگار! اگر یہ سمندر حائل نہ ہوتا تو میں آپ کے راستے میں جہاد کرتا ہوا اپنا سفر جاری رکھتا۔" [1]

اور :

اللّٰھم اشھد أنی قد بلغت المجھود، ولولا ھذا البحر لمضیت فی البلاد أقاتل من کفر بك، حتی لا یعبد أحد دونك ۔

یا اللہ، گواہ رہئے کہ میں نے اپنی کوشش کی انتہا کر دی ہے، اور اگر یہ سمندر بیچ میں نہ آگیا ہوتا تو جو لوگ آپ کی توحید کا انکار کرتے ہیں میں اُن سے لڑتا ہوا اور آگے جاتا، یہاں تک کہ آپ کے سوا روئے زمین پر کسی کی عبادت نہ کی جاتی۔" [2]

اس کے بعد آپ نے اپنے گھوڑے کے اگلے پاؤں اٹلانٹک کی موجوں میں ڈالے، اپنے ساتھیوں کو بلایا، اور اُن سے کہا کہ ہاتھ اُٹھاؤ، ساتھیوں نے ہاتھ اٹھا دیئے تو عقبہ بن نافع ؓ نے یہ اثر انگیز دُعا فرمائی :-

اللّٰھم إنی لم أخرج بطرا، ولا أشرا، وإنك تعلم انما نطلب السبب الذی طلبه عبدك ذوالقرنین، وھو أن تعبد، ولا یشرك بك شیئ، اللّٰھم إنا مدافعون عن دین الإسلام، فكن لنا، ولا تكن علینا یا ذاالجلال والإكرام۔ [3]

"یا اللہ، میں غرور و تکبر کے جذبے سے نہیں نکلا، اور تو جانتا ہے کہ ہم اسی "سبب" کی تلاش میں ہیں جس کی آپ کے بندے ذوالقرنین نے جستجو کی تھی، اور وہ یہ کہ بس دُنیا میں تیری عبادت ہو، اور تیرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ اے اللہ! ہم دین اسلام کا دفاع کرنے والے ہیں، تو ہمارا ہو جا، اور ہمارے خلاف نہ ہو ـــــ یا ذاالجلال والاکرام۔"

اٹلانٹک کے کنارے سے حضرت عقبہ قیروان جانے کیلئے واپس ہوئے، راستہ میں ایک جگہ ایسی آئی جہاں پانی کا دُور دُور نشان نہ تھا، سارا لشکر پیاس سے بیتاب تھا، حضرت عقبہ ؓ نے دو رکعتیں پڑھ کر دُعا کی۔ دُعا سے فارغ ہوئے تھے کہ ان کے گھوڑے نے اپنے کھُروں سے زمین کھودنی شروع کی، دیکھا تو ایک پتھر نظر آیا، اس پتھر سے پانی پھوٹ نکلا۔

ہزار چشمہ ترے سنگِ راہ سے پھوٹے
خودی میں ڈوب کے ضربِ کلیم پیدا کر

یہاں سے آگے بڑھ کر حضرت عقبہ ؓ نے یہ سوچ کر کہ راستہ بے خطر ہے، اپنے لشکر کے بیشتر حصے کو جلد قیروان پہنچنے کیلئے آگے بھیج دیا، اور خود چند سو سواروں کے ساتھ راستے کے ایک قلعے تہوذا پر یلغار کیلئے روانہ ہو گئے، خیال تھا کہ یہ مختصر نفری اس قلعے کو فتح کرنے کیلئے کافی ہوگی، لیکن قلعہ والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، اور اس پر ستم یہ ہوا کہ حضرت

---

[1] کامل ابن اثیر ص ۴۲ ج ۴ [2] قادۃ فتح المغرب ص ۱۰۵ ج ۱، بحوالۂ ریاض النفوس ص ۲۵ ج ۱،
[3] دائرۃ معارف القرن، فرید وجدی ص ۶۵۴ ج ۸، مقالہ "مراکش"۔

عقبہؓ کے لشکر میں کسیلہ نامی ایک بربری شخص جو بظاہر مسلمان ہوگیا تھا، حضرت عقبہؓ کا دشمن تھا، وہ دشمن سے مل گیا، اور لشکر کے راز دشمن پر ظاہر کر دیئے، جس کے نتیجے میں مسلمان چاروں طرف سے گھر گئے۔ حضرت عقبہؓ نے اس موقع پر اپنے ایک ساتھی ابوالمہاجر کو، جو قید میں تھے رہا کر کے ان سے کہا کہ "تم دوسرے مسلمانوں سے جا ملو، اور ان کی قیادت کرو، کیونکہ میں شہادت کیلئے اس سے بہتر موقع کوئی اور نہیں سمجھتا۔" لیکن ابوالمہاجر نے کہا کہ "مجھے بھی شہادت کی تمنا ہے"، اور یہ دونوں اپنے ساتھیوں سمیت دشمنوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ (کامل ابن اثیر، ص ۴۳، ج ۴)

چنانچہ عقبہ بن نافعؓ کا مزار الجزائر میں جنوب کی طرف کافی اندر واقع ہے، اور وہ جگہ آج بھی انہی کے نام پر "سیدی عقبہ" کہلاتی ہے۔

جتنی دیر جہاز پرواز کرتا رہا، میں ان تاریخی واقعات کے تصور میں گم رہا، یہاں تک کہ شہر الجزائر نظر آنے لگا، اور چند ہی لمحوں میں جہاز بومدین ایئر پورٹ پر اتر گیا۔

مجھے جہاز کے انتظار میں دو دن "الجزائر" شہر میں رکنا پڑا۔ یہ دو روز شہر الجزائر کے مختلف مقامات کی سیاحت اور کتب خانوں کی سیر میں گذرے۔

"الجزائر" شہر بحر متوسط کے کنارے فرانسیسی طرز کا شہر ہے، جدید متمدن شہروں میں اسے بہت نمایاں حیثیت تو حاصل نہیں، لیکن کافی خوبصورت اور صاف ستھرا شہر، جو جدید تمدن کی سہولیات سے آراستہ بھی ہے، اور ساحل سمندر، چھوٹی پہاڑیوں اور کسی قدر سبزے کی وجہ سے قدرتی حسن سے بھی بہرہ یاب ہے، اسی شہر کے نام پر پورے ملک کو "الجزائر" کہا جاتا ہے۔ نام سے بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ کوئی جزائر کا مجموعہ ہوگا، لیکن درحقیقت اس کی وجہ تسمیہ بعض الجزائری دوستوں نے یہ بیان کی کہ یہاں ساحل سے کچھ فاصلے پر سمندر میں چند نہایت چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں جو آبادی کیلئے بھی استعمال نہیں ہو سکتے، البتہ ان کو تفریح گاہ کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہے، ان جزیروں کی وجہ سے یہ شہر "الجزائر" کے نام سے مشہور ہو گیا، اور اسی کی بنا پر پورا ملک "الجزائر" کہلانے لگا۔

(جاری ہے)

شادی جتنی ہلکی پھلکی اور آسان ہو اتنی ہی بابرکت ہے

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ نکاح بہت بابرکت ہے جس کا بار کم سے کم پڑے۔

(شعب الایمان للبیہقی)

اس حدیث کا مقصد امت کو ہدایت کرنا ہے کہ شادیاں ہلکی پھلکی اور کم خرچ کیا کریں، اور بشارت سنائی گئی کہ اگر ہم ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری شادیوں میں بڑی برکتیں ہوں گی۔ آج ہم جن پریشانیوں میں مبتلا ہیں اُن کا بہت بڑا سبب یہی ہے کہ نکاح و شادی کے بارے میں حضورؐ کی ان ہدایت سے انحراف کر کے ہم آسمانی برکات اور خداوندی عنایات سے محروم ہو گئے ہیں۔

مُلک کا مایۂ ناز مشروب ' دیس دیس مرغوب

لُو گرمی اور تپش کی شدت سے جب جسم نڈھال اور جان بے حال ہو جائے تو پیاس بجھنے کا نام نہیں لیتی۔

مشرق کے حکمائے صدیوں کی جستجو اور تجربوں کے بعد ایسی جڑی بوٹیاں دریافت کیں جن میں انسان کے جسمانی نظام کو ٹھنڈک اور تازگی پہنچانے والے مؤثر اجزا شامل ہیں۔

رُوح افزا اسی مسلسل تحقیق کا حاصل ہے۔ یہ قدرتی جڑی بوٹیوں، پھولوں اور پھلوں سے تیار کیا جاتا ہے۔ اسی لیے کوئی دوسرا مشروب اس کا ثانی نہیں۔

رُوح افزا ایک خوش ذائقہ، خوش رنگ اور پُر تاثیر مشروب ہے جو جسم و جاں کو فرحت پہنچا کر فوری پیاس بجھاتا ہے اور تر و تازگی لاتا ہے۔

بے شک - بے مثال

رُوح افزا

مشروبِ مشرق

ہمدرد

ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

آفیشل مشروب

ورلڈ اوپن اسکواش چیمپین شپ ۱۹۸۴

اسوۂ اخلاق
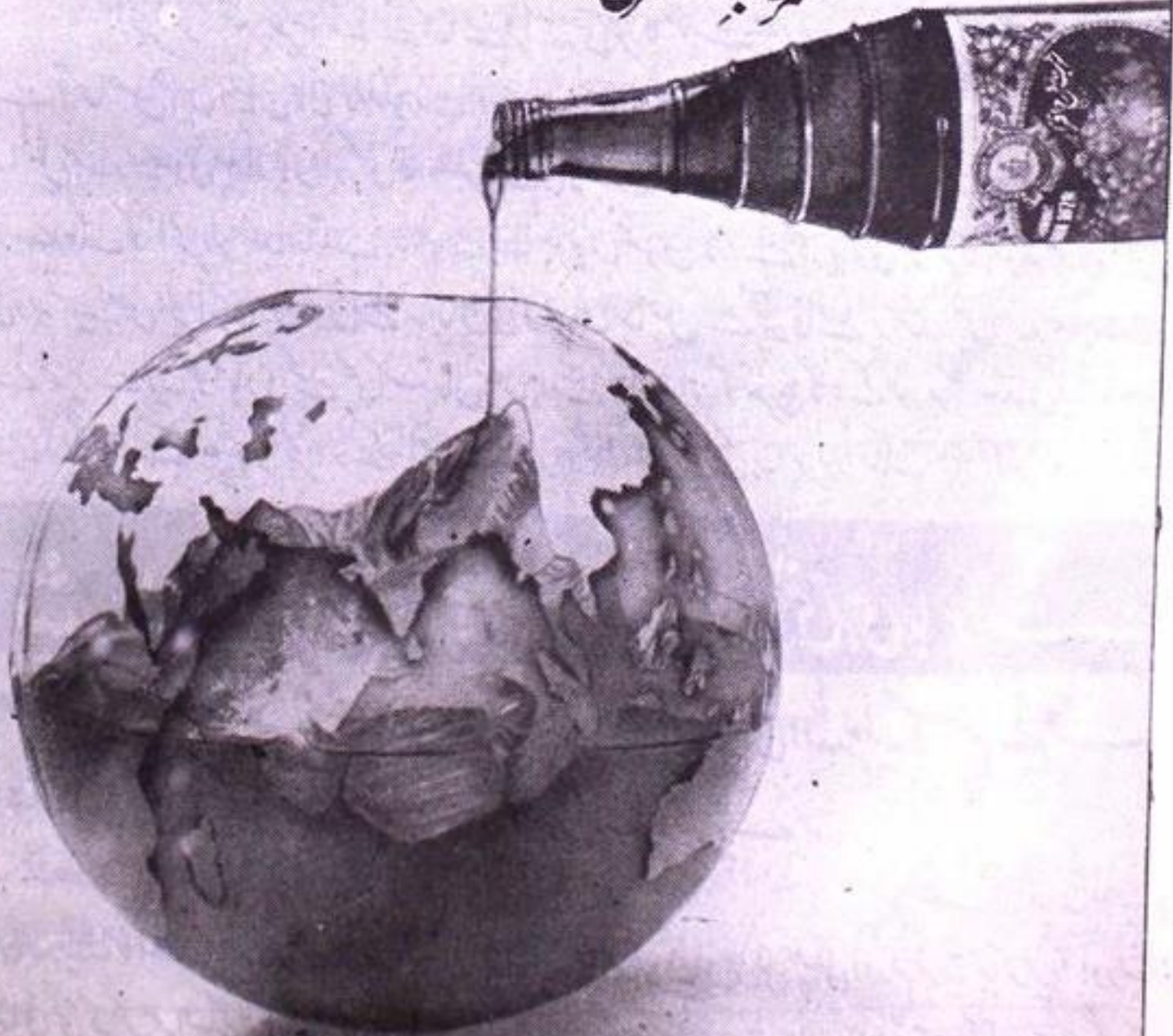
جب لوگوں کو اچھا کام کرتے دیکھو تو ان کے ساتھ شریک ہو جاؤ

Adarts HRA-1/85

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

دعوتِ دین میں ثابت قدمی

معارف القرآن ★ سورۃ صٓ ★ آیت ۱ تا ۱۶

خلاصۂ تفسیر

صٓ (اس کے معنی تو اللہ کو معلوم ہیں) قسم ہے قرآن کی جو نصیحت سے پُر ہے (کہ کفار آپ کی رسالت کا انکار کرتے ہوئے جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ ٹھیک نہیں) بلکہ (خود) یہ کفار (ہی) تعصب اور (حق کی) مخالفت میں (پڑے) ہیں (اور اس تعصب و مخالفت کا وبال ایک روز ان پر پڑنے والا ہے جیسا) ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہم (عذاب سے) ہلاک کر چکے ہیں سو انہوں نے (ہلاکت کے وقت) بڑی ہائے پکار کی (اور بہت شور و غل مچایا) اور (اس وقت شور و غل سے کیا ہوتا ہے کیونکہ) وہ وقت خلاصی کا نہ تھا (اس لئے کہ عذاب جب آچکے تو توبہ بھی قبول نہیں ہوتی) اور ان کفارِ (قریش) نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس ان (ہی) میں سے (یعنی جو کہ ان کی طرح بشر ہے) ایک (پیغمبر) ڈرانے والا آگیا (تعجب کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنی جہالت سے بشریت کو نبوت کے منافی سمجھتے تھے) اور (اس انکار رسالت میں یہاں تک پہنچ گئے، کہ آپ کے معجزات اور دعویٰ نبوت کے بارے میں) کہنے لگے کہ (نعوذ باللہ) یہ شخص (خوارق عادات کے معاملہ میں) ساحر اور (دعویٰ نبوت کے معاملہ میں) کذاب ہے، اور (کیا) کیا یہ شخص سچا ہو سکتا ہے جبکہ) اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا (اور سب کے معبود ہونے کی نفی کر دی) واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے۔ (جس کی وجہ عنقریب آتی ہے) اور (توحید کا مضمون سن کر) ان کفار میں کے رئیس (مجلس سے اٹھ کر لوگوں سے) یہ کہتے ہوئے چلے کہ (یہاں سے) چلو اور اپنے معبودوں (کی عبادت) پر قائم رہو (کیونکہ اول تو) یہ (توحید کی دعوت) کوئی مطلب کی بات (معلوم ہوتی) ہے (یعنی اس بہانہ سے آپ معاذ اللہ ریاست کے خواہاں ہیں دوسرے توحید کا دعویٰ بھی باطل اور عجیب ہے کیونکہ) ہم نے تو یہ بات (اپنے) پچھلے مذہب میں نہیں سنی جو نہ ہو یہ (اس شخص کی) من گھڑت ہے (پچھلے مذہب کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں بہت سے طریقے کے لوگ ہوئے ہیں، سب سے پیچھے ہم آئے ہیں اور

حق پر ہیں سو ہم نے اس طریقہ کے بزرگوں سے کبھی یہ بات نہیں سُنی اور یہ شخص جو نبوت کا مدعی ہے اور توحید کو تعلیم الٰہی بتلاتا ہے سو اوّل تو نبوت بشریت کے منافی ہے دوسرے اگر اس سے قطع نظر کی جائے تو) کیا ہم سب میں اسی شخص (کو کوئی ذوقیت وفضیلت تھی کہ اسی کو نبوت ملی اور اسی) پر کلام الٰہی نازل کیا گیا (بلکہ کسی رئیس پر ہوتا تو مضائقہ نہ تھا آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان کا یہ کہنا کہ ان پر کیوں نزول ہوا؟ کسی رئیس پر کیوں نہ ہوا؟ اس وجہ سے نہیں ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو اس کا اتباع کرتے) بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) یہ لوگ (خود) میری وحی کی طرف سے شک (یعنی انکار) میں ہیں (یعنی مسئلہ نبوت ہی کے منکر ہیں خصوصاً بشر کو نبی ماننے کے لئے تیار نہیں، اور یہ انکار بھی کچھ اس لئے نہیں کہ ان کے پاس کوئی دلیل ہے) بلکہ (اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ) انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا (ورنہ سب عقل ٹھکانے آجاتی۔ آگے دوسرے طرز پر جواب ہے کہ) کیا ان لوگوں کے پاس آپ کے پروردگار زبردست فیاض کی رحمت کے خزانے ہیں (جس میں نبوت بھی داخل ہے، کہ جس کو چاہیں دیں جس کو چاہیں نہ دیں، یعنی اگر رحمت کے سارے خزانے ان کے قبضہ میں ہوتے۔ تب تو ان کو یہ کہنے کی گنجائش تھی کہ ہم نے بشر کو نبوت نہیں دی، پھر وہ نبی کیسے ہوگیا؟) یا (اگر سارے خزانے قبضہ میں نہیں ہیں تو) کیا ان کو آسمان کو اور زمین اور جو چیزیں ان کے درمیان میں ہیں ان (سب) کا اختیار حاصل ہے (کہ اگر اتنا ہی اختیار ہوتا تب بھی یہ کہنے کی گنجائش تھی کہ یہ آسمان وزمین کے مصالح سے باخبر ہیں، اس لئے جسے چاہیں اُسے نبوت ملنی چاہیئے اور آگے تعجیز کے طور پر ارشاد ہے کہ اگر ان کو اس پر اختیار ہے) تو ان کو چاہیئے کہ سیڑھیاں لگا کر (آسمان پر) چڑھ جاویں (اور ظاہر ہے کہ یہ اس پر قادر نہیں، پس جب انہیں اتنی بھی قدرت نہیں تو آسمان وزمین کی معلومات اور ان پر کیا اختیار ہوگا؟ پھر ان کو ایسی بے سروپا باتیں کہنے کا کیا حق ہے؟ مگر اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کی مخالفت سے فکر نہ کریں کیونکہ) اس مقام پر (یعنی مکہ میں) ان لوگوں کی یونہی ایک بھیڑ ہے منجملہ (مخالفین انبیاء کے) گروہوں کے جو (عنقریب) شکست دیئے جاویں گے (چنانچہ غزوۂ بدر میں یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور) ان سے پہلے بھی قوم نوحؑ نے اور عاد نے اور فرعون نے جس (کی سلطنت) کے کھونٹے گڑ گئے تھے اور ثمود نے اور قوم لوطؑ نے اور اصحاب ایکہ نے (جن کے قصے کئی جگہ آچکے ہیں، ان سب نے) تکذیب کی تھی (اور) وہ گروہ (جس کا اوپر من الاحزاب میں ذکر آیا ہے) یہی لوگ ہیں ان سب نے صرف رسولوں کو جھٹلایا تھا (جیسے یہ کفار قریش آپ کو جھٹلا رہے ہیں) سو میرا عذاب (اُن پر) واقع ہوگیا (پس جب جرم مشترک ہے تو عذاب کے اشتراک سے یہ کیوں مطمئن ہیں؟) اور یہ لوگ (جو تکذیب پر مُصر ہیں تو) بس ایک زور کی چیخ (یعنی نفخۂ ثانیہ) کے منتظر ہیں جس میں دَم لینے کی گنجائش نہ ہوگی (اس سے مراد قیامت ہے) اور یہ لوگ (قیامت کی وعید سن کر تکذیب رسولؐ اور استہزاء کے طور پر) کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب (آخرت میں جو کافروں کو عذاب ہوگا اس میں سے) ہمارا حصہ ہم کو روز حساب سے پہلے ہی دیدے (مطلب یہ کہ قیامت نہیں ہے، اور اگر ہے تو ہم کو ابھی عذاب مطلوب ہے، جب عذاب نہیں ہوتا تو معلوم ہوا قیامت نہ آوے گی۔ نعوذ باللہ!)

مَعارف ومَسائل

شانِ نزول اس سورت کی ابتدائی آیات کا پس منظر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب مسلمان نہ ہونے کے باوجود آپؐ کی پوری نگہداشت کرتے رہے تھے جب وہ ایک بیماری میں مبتلا ہوئے تو قریش کے بڑے بڑے سرداروں نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی۔ جس میں ابوجہل، عاص ابن وائل، اسود بن مطلب، اسود بن عبد یغوث اور دوسرے سردار شریک ہوئے۔ مشورہ یہ ہوا کہ ابو طالب بیمار ہیں، اگر وہ اس دُنیا سے گزر گئے اور اس کے بعد ہم نے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کے نئے دین سے باز رکھنے کے لئے کوئی سخت اقدام کیا تو عرب کے

لوگ ہمیں یہ طعنہ دیں گے کہ جب تک ابوطالب زندہ تھے اس وقت تک تو یہ لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کچھ نہ بگاڑ سکے، اور جب ان کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے آپ کو ہدف بنالیا۔ لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ ہم ابوطالب کی زندگی ہی میں ان سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاملہ کا تصفیہ کرلیں تاکہ وہ ہمارے معبودوں کو بُرا کہنا چھوڑ دیں۔

چنانچہ یہ لوگ ابوطالب کے پاس پہنچے اور جاکر ان سے کہا کہ تمہارا بھتیجا ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہتا ہے آپ انصاف سے کام لے کر ان سے کہیئے کہ وہ جس خدا کی چاہیں عبادت کریں، لیکن ہمارے معبودوں کو کچھ نہ کہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ان کے بتوں کو اس کے سوا کچھ نہ کہتے تھے کہ بے حس اور بے جان ہیں۔ نہ تمہارے خالق ہیں نہ رازق ہیں۔ نہ تمہارا کوئی نفع نقصان ان کے قبضہ میں ہے۔ ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مجلس میں بُلوایا اور آپ سے کہا کہ بھتیجے! یہ لوگ تمہاری شکایت کر رہے ہیں کہ تم اُن کے معبودوں کو بُرا کہتے ہو۔ انہیں اپنے مذہب پر چھوڑ دو، اور تم اپنے خدا کی عبادت کرتے رہو، اس پر قریش کے لوگ بھی بولتے رہے۔

بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "چچا جان! کیا میں انہیں اس چیز کی دعوت نہ دوں جس میں اُن کی بہتری ہے؟ ابوطالب نے کہا۔ "وہ چیز کیا ہے؟" ۔ آپ نے فرمایا۔ "میں ان سے ایک ایسا کلمہ کہلوانا چاہتا ہوں جس کے ذریعے سارا عرب ان کے آگے سرنگوں ہو جائے۔ اور یہ پورے عجم کے مالک ہو جائیں۔ اس پر ابوجہل نے کہا۔ بتاؤ وہ کلمہ کیا ہے؟ تمہارے باپ کی قسم! ہم ایک کلمہ نہیں دس کلمے کہنے کو تیار ہیں" اس پر آپ نے فرمایا "بس لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہدو۔ یہ سُن کر تمام لوگ کپڑے جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے "کیا ہم سارے معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک کو اختیار کرلیں؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے" اس موقعہ پر سورۂ صٓ کی یہ آیات نازل ہوئیں۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۲۷، ۲۸ ج ۴)

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ الخ (اور ان کفار میں کے رئیس یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ الخ) اس کی مذکورہ واقعہ ہی کی طرف اشارہ ہے کہ توحید کی دعوت سُن کر وہ مجلس سے چل کھڑے ہوئے۔

وَفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ اس کے لفظی معنی ہیں "میخوں والا فرعون" اور اس کی تفسیر میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے اس کی سلطنت کے استحکام کی طرف اشارہ ہے، اسی لئے حضرت تھانوی نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ "جس کے کھونٹے گڑ گئے تھے" اور بعض حضرات نے فرمایا کہ وہ لوگوں کو اس طرح سزا دیا کرتا تھا کہ اُسے چت لٹا کر اس کے چاروں ہاتھ پاؤں میں میخیں گاڑ دیتا اور اس پر سانپ، بچھو چھوڑ دیتا تھا۔ اور بعض نے کہا کہ وہ رسّی اور میخوں سے کوئی خاص کھیل کھیلا کرتا تھا اور بعض کا کہنا ہے کہ "میخوں" سے مراد عمارتیں ہیں، اور اس نے بڑی مضبوط عمارتیں بنائی تھیں۔ (تفسیر قرطبی) واللہ سبحانہ اعلم

اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ۔ اس کی ایک تفسیر تو یہ ہے کہ یہ جملہ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ کا بیان ہے۔ یعنی جن گروہوں کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے وہ یہ ہیں۔ حضرت تھانوی نے اسی کے مطابق تفسیر کی ہے۔ لیکن دوسرے مفسرین نے اس کے معنی یہ بتلائے ہیں کہ "گروہ وہ تھے۔ یعنی اصل طاقت وقوت کی مالک قوم نوح، اور عاد و ثمود وغیرہ کی قومیں تھیں۔ مشرکین مکہ کی اُن کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں، جب وہ لوگ عذاب الٰہی سے نہ بچ سکے تو ان کی ہستی کیا ہے؟ (قرطبی)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہٗ

خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت تھانوی قدس اللہ سرہٗ

مقام کی تعریف:

پہلا غلبہ ذکر کہ غفلت میں وقت کم گزرے دوسرے دوام طاعت کہ نافرمانی اللہ تعالیٰ کی بالکل نہ ہو۔ حقیقت میں حاصل کرنے کی یہی دو چیزیں ہیں اور یہی حاصل کرنے کے لئے مجاہدات اور معالجات اختیار کئے جاتے ہیں جس پر حسب سنت اللہ تعالیٰ وہ مقصود مرتب ہوجاتا ہے، شروع میں قدرے تکلف ہوتا ہے بعد میں چندے (جس کی مدت متعین نہیں استعداد پر ہے) مثل امر طبعی کے ہوجاتا ہے گو کبھی کبھی ضد کا تقاضا بھی ہوتا ہے مگر ادنیٰ توجہ سے وہ ضد مغلوب ہوجاتی ہے، اس رسوخ و ثبات کو "مقام" کہتے ہیں، یہ فی نفسہ غیر اختیاری ہے، لیکن باعتبار اسباب کے اختیاری ہے۔

عبد المعروف نام:

عرض کیا گیا: ایک شخص کا نام عبد المعروف ہے، فرمایا: معروف تو اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کوئی نہیں، محمد معروف (نام) ہوتا تو اچھا ہوتا — پھر فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایک آدمی آیا، پوچھا تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا "شعلہ"، بستی کا نام "حرّہ"، باپ کا نام "شہاب"، فرمایا تیرے گھر میں آگ لگ گئی ہے، (جاکر) دیکھا مکان جل کر خاک ہوچکا تھا۔

نزہۃ البساتین:

نزہۃ البساتین ایک کتاب ہے، اس کا اردو ترجمہ روض الریاحین ہے، اس کو دیکھنا چاہیئے، فوری طور پر حالات میں تبدیلی ہوتی ہے۔ کلام کا اثر ہوتا ہے (اس کتاب میں اکابر اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی سبق آموز حکایات ہیں، اور دار الاشاعت بندر روڈ۔ کراچی سے شائع ہوئی ہے)۔

عظمتِ علم:

سلاطینِ اسلام کے دل میں علم و فضل کی کیا منزلت تھی؟ اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایئے: — کہ ایک مرتبہ ثابت بن قرہ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے المعتضد (ایک خلیفہ کا نام ہے) اپنے باغ میں چہل قدمی میں معروف تھا کہ ایکدم اس نے ہاتھ کھینچ لیا، جب ثابت نے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے؟ تو خلیفہ نے جواب دیا کہ میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ کے اوپر تھا حالانکہ عالم کا ہاتھ سب سے اوپر ہونا چاہیئے۔

محمد تقی عثمانی

إن الحكم إلا لله عليه توكلت وعليه فليتوكل المتوكلون

ان قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق
بنانے کیلئے سپریم کورٹ کا فیصلہ

شفعہ کے متعدد قوانین جو وفاقی اور صوبائی سطحوں پر نافذ ہیں، انہیں قرآن وسنّت کے خلاف ہونے کی بنا پر وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا گیا تھا، وفاقی شرعی عدالت نے ۱۹۸۱ء میں اپنے ایک اکثریتی فیصلے کے ذریعے یہ درخواستیں خارج کردیں، درخواست کنندگان نے اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ کی شریعت اپیلیٹ بنچ میں اپیل دائر کی، سپریم کورٹ نے یہ اپیلیں منظور کرتے ہوئے حکومت کو ہدایت کی ہے کہ وہ یکم جولائی ۱۹۸۶ء تک ان قوانین کو شریعت کے مطابق بنالے، یہ قوانین مذکورہ تاریخ سے اس فیصلے کے تحت کالعدم ہوجائیں گے۔ سپریم کورٹ کی اس بنچ میں جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے جو فیصلہ لکھا ہے، وہ ذیل میں پیشِ خدمت ہے۔ (فاروق القاسمی)

۱۔ ان مقدمات کے سلسلے میں مَیں نے محترم جناب جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب کے مجوزہ فاضلانہ فیصلے کا مطالعہ کیا، اس عالمانہ فیصلے میں موصوف نے جن آراء کا اظہار فرمایا ہے، اور جن نتائج تک پہنچے

ہیں، میں ان سے کلی طور پر متفق ہوں، جس شرح و بسط کے ساتھ موصوف نے شفعہ کے بارے میں قرآن و سنت اور فقہ اسلامی کے احکام بیان فرمائے ہیں، وہ شفعہ سے متعلق شریعت کے بنیادی اصول واضح کرنے کیلئے کافی ہیں، اور ان کے تکرار کی ضرورت نہیں، البتہ مقدمہ کی سماعت کے دوران جو مختلف نکات معرض بحث میں آئے، ان کے بارے میں چند ضروری باتیں اس فیصلے میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

۲۔ زیر نظر مقدمات میں موضوع کے لحاظ سے ہمارے سامنے بنیادی طور پر چار مسئلے تصفیہ طلب ہیں:

(۱) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی متابعت میں اسلامی فقہ کے اندر شفعہ کے حق داروں کی جو تین صورتیں بیان کی گئی ہیں، یعنی:

(الف) شریک ملکیت۔

(ب) شریک حقوق اراضی مملوکہ۔

(ج) پڑوسی۔

آیا کسی لیجسلیچر کو شرعاً یہ اختیار ہے کہ ان قسموں میں کسی قسم کا اضافہ کر کے شفعہ کا کوئی چوتھا حق دار پیدا کرے، اور اگر کوئی قانون ایسے کسی چوتھے حق دار کی گنجائش پیدا کرے، تو وہ قرآن و سنت سے متصادم ہوگا یا نہیں؟

(۲) شفعہ کے مذکورہ بالا تین حق داروں کے درمیان ترجیح کے لحاظ سے جو ترتیب سنت یا اسلامی فقہ سے سمجھ میں آتی ہے، اس ترتیب کو بدل کر کوئی مختلف ترتیب مقرر کرنا قرآن و سنت سے متصادم ہوگا یا نہیں؟

(۳) سنت نے شخصی ملکیت کی ہر جائیداد غیر منقولہ پر شفعہ کا حق عائد کیا ہے، کیا کسی حکومت کو یہ اختیار ہے کہ وہ جائیداد غیر منقولہ کی بعض خاص خاص قسموں کو شفعہ کے احکام سے مستثنیٰ کر دے؟

(۴) شفعہ کیلئے میعادِ سماعت ایک سال مقرر کرنا اسلامی احکام کی رُو سے درست ہے یا نہیں؟

۳۔ ان مسائل سے متعلق اپنی تحقیق کا حاصل ترتیب وار پیش کرنا چاہتا ہوں، لیکن اس سے پہلے ایک حقیقت کی وضاحت ضروری ہے:

۴۔ اسلام میں شفعہ کے قانون کی حیثیت کسی مستقل قانون کی نہیں، بلکہ یہ بیع و شراء کے عام قانون میں ایک "استثناء" کی حیثیت رکھتا ہے، قرآن و سنت کی رو سے بیع کا عام قانون یہ ہے کہ بیع فریقین کی رضامندی سے وجود میں آتی ہے، کوئی بھی فریق دوسرے کو اس پر مجبور نہیں کر سکتا، اور اگر فریقین بیع پر راضی ہو جائیں، (جبکہ بیع شریعت کے قوانین کے مطابق درست ہو رہی ہو) تو کسی بھی تیسرے فریق کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ اس باہمی رضامندی کے سودے میں مداخلت کر کے اسے ختم کرائے، اس سلسلے میں قرآن و سنت کے احکام مندرجہ ذیل ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ (النساء: ۲۹)

"اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ، الا یہ کہ وہ کوئی تجارت ہو، جو تمہاری باہمی رضامندی سے وجود میں آئی ہو۔"

یہ آیت واضح طور پر بتا رہی ہے کہ کسی دوسرے شخص کا مال، خواہ بیع اور تجارت ہی کے ذریعہ کیوں نہ ہو، اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں۔

اسی طرح ارشاد ہے:

ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام لتأکلوا فریقاً من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون۔

(البقرۃ: ۱۸۸)

"اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے پر مت کھاؤ، اور ان معاملات کو اس غرض سے حکام کے پاس نہ لے جاؤ، کہ لوگوں کے مال کا ایک حصہ گناہ کے طریقے پر کھاؤ، حالانکہ تم جانتے ہو۔"

۵۔ اسی طرح اصل قانون یہ ہے کہ ہر جائز معاہدہ جو فریقین کے درمیان ہوا ہو، کسی تیسرے کی مداخلت کے بغیر اپنے منطقی انجام کو پہنچے، فریقین اس معاہدے کے مطابق عمل کریں، اور دوسرے لوگ اس جائز معاہدے کا احترام کریں، قرآن کریم کا ارشاد ہے:

یاایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود۔ (المائدۃ: ۱)

"اے ایمان والو! معاہدات کو پورا کرو۔"

نیز ارشاد ہے:

واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولاً۔ (الاسراء: ۳۴)

"اور معاہدے کو پورا کرو، بلاشبہ معاہدے کے بارے میں تم سے بازپرس ہوگی۔"

۶۔ اسی طرح رسول کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات بھی اس پر دلالت کرتے ہیں، کہ فریقین کی رضامندی کے بغیر بیع درست نہیں ہوتی، اور معاہدے میں کسی تیسرے شخص کو مداخلت کا حق نہیں، ارشاد ہے:

"لا یحل مال امرئ الا بطیب نفسہ منہ"

"کسی شخص کا مال اس کی خوشنودی کے بغیر حلال نہیں۔"

(مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱، ص ۲۵۵، قدیمی کتب خانہ، کراچی، بحوالہ شعب الایمان للبیہقی، ومجمع الزوائد، ج ۴، ص ۱۷۲، بحوالہ ابویعلی)

ایک اور حدیث میں، جو صحیح ابن حبان میں حضرت ابوحمید ساعدی سے مروی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لا یحل لمسلم أن یأخذ عصا أخیہ بغیر طیب نفس منہ"

"کسی مسلمان کیلئے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کی لاٹھی بھی اسکی خوشدلی کے بغیر لے۔"

(موارد الظمآن، إلی زوائد ابن حبان، للہیثمی ص ۲۸۳ المطبعۃ السلفیۃ، الروضۃ)

یہی حدیث مسند احمد اور مسند بزار میں بھی مزید تفصیل کے ساتھ مروی ہے، اور علامہ ہیثمی اس سند کی تحقیق

کے بعد فرماتے ہیں: "رجالہ الجمیع رجال الصحیح" یعنی ان تمام روایات کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

(مجمع الزوائد ص ۱۷۱ ج ۴، دار صادر، بیروت)

نیز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"قد نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع المضطر"

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیع سے منع فرمایا جس میں کسی شخص کو بیع پر مجبور کیا گیا ہو"

(سنن أبی داود، کتاب البیوع، باب النھی عن بیع المضطر، حدیث نمبر ۳۳۸۲)

مزید حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لا يبع بعضكم على بعض"

"تم میں سے کوئی شخص دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے"

(صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب نمبر ۵۸، حدیث نمبر ۲۱۳۹، و صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم الرجل علی بیع اخیہ، حدیث نمبر ۳۶۹۴)

۷۔ اس حدیث میں بیع کی تکمیل کے بعد کسی تیسرے شخص کی مداخلت کو سختی کے ساتھ منع فرمایا گیا ہے، حدیث کے شارحین نے "دوسرے کی بیع پر بیع کرنے" کی تشریح اس طرح کی ہے، کہ ایک شخص نے دوسرے سے کوئی چیز خریدی، اور بائع نے یہ شرط لگائی کہ تین دن کے اندر اندر اگر میں چاہوں گا، تو یہ بیع منسوخ کردوں گا، اب تیسرا شخص آکر بائع سے یہ کہتا ہے کہ تم اپنے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے بیع کو منسوخ کردو، میں تم سے یہ چیز زیادہ پیسوں میں خرید لوں گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تیسرے شخص کی مداخلت کو ناجائز قرار دیا۔

۸۔ بلکہ فریقین کے معاہدے کے احترام کا عالم یہ ہے کہ اگر دو آدمیوں کے درمیان ابھی بیع مکمل نہ ہوئی ہو، اور ابھی بھاؤ تاؤ (BARGAINING) ہی ہو رہا ہو، تو اس وقت بھی کسی تیسرے شخص کے لئے یہ جائز نہیں قرار دیا گیا کہ وہ بیع میں آکر اپنے لئے بھاؤ تاؤ شروع کرے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لا يسم المسلم على سوم أخيه"

"کوئی مسلمان اپنے بھائی کے مول بھاؤ پر خود اپنا مول بھاؤ نہ کرے"

(صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب نمبر ۵۸، و صحیح مسلم، کتاب البیوع، حدیث نمبر ۳۶۹۶)

۹۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لا يبع حاضر لباد، دعوا الناس يرزق الله بعضهم من بعض"

"کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے، لوگوں کو چھوڑ دو، کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک کو دوسرے سے رزق پہنچائے" (صحیح مسلم، کتاب البیوع، حدیث

نمبر ۳۷۰۹، و ابوداؤد، کتاب الاجارہ، حدیث نمبر ۳۴۴۲)

۱۰۔ اس حدیث میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جب کوئی دیہاتی دیہات سے مال لیکر آئے، تو اسے آزادی سے اپنا مال فروخت کرنے دو، اور کوئی شہری اس کا ایجنٹ بن کر اس کا مال فروخت نہ کرے، تاکہ وہ اور اس کے خریدار آزادی سے باہم معاملہ کرسکیں، اور ان کے باہم معاملے میں کسی تیسرے کی مداخلت نہ ہو، اس حکم کے ساتھ اس کی جو علت ارشاد فرمائی گئی ہے، وہ اسلام کے معاشی احکام کا ایک بنیادی اصول ہے، اور وہ یہ کہ "لوگوں کو چھوڑ دو، کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک کو دوسرے کے ذریعے سے رزق پہنچائے"۔

اس اصول کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ جب افراد باہمی رضامندی سے کوئی جائز معاملہ کر رہے ہوں، تو کسی تیسرے شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان کے درمیان دخل اندازی کرکے اس معاملے کو خراب کرے، یا اس کی نوعیت میں کوئی تبدیلی پیدا کرے۔

۱۱۔ شفعہ میں مذکورہ بالا احکام اور اصول کی دو طرح خلاف ورزی پائی جاتی ہے:

(۱) دو اشخاص نے باہمی رضامندی اور خوش دلی کے ساتھ بیع کا جو جائز معاملہ کیا تھا، تیسرا شخص (یعنی شفیع) اس میں مداخلت کرتا ہے، اور اسے اپنے منطقی انجام تک پہنچنے سے روکتا ہے۔

(۲) جب کسی شخص کے حق میں شفعہ کا فیصلہ ہو جاتا ہے، تو وہ اصل خریدار سے اس کی رضامندی اور خوش دلی کے بغیر زبردستی جائیداد خریدتا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں قرآن وسنت کے ان احکام کے خلاف ہیں، جو اوپر بیان کئے گئے، لہٰذا اگر شفعہ کو جائز قرار دینے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی (SPECIFIC) احکام نہ ہوتے، تو قرآن وسنت کے مذکورہ بالا احکام کی روشنی میں شفعہ کسی بھی شخص کے لئے جائز نہ ہوتا، اور اس صورت میں اگر کوئی قانون شفعہ کو جائز قرار دیتا تو وہ یقیناً قرآن وسنت کے مذکورہ بالا احکام سے متصادم ہوتا۔

۱۲۔ لیکن شفعہ اس بناء پر شرعاً جائز قرار پایا، کہ اسے جائز کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت میں خصوصی (SPECIFIC) احکام عطا فرمائے، (یہ احکام ان احادیث سے واضح ہیں جو محترم جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب نے اپنے فیصلے میں ذکر فرمائی ہیں) لہٰذا شفعہ کے ان احکام کی حیثیت بیع کے مذکورہ بالا احکام کے مستثنیات (EXCEPTIONS) کی ہے، جن کا قاعدہ ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی حد میں محدود رہتے ہیں، ان پر قیاس کرکے استثناء کو مزید وسیع نہیں کیا جاسکتا، لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے افراد کو شفعہ کی اجازت دی ہے، حق شفعہ انہی تک محدود رہیگا، اس کو اس سے آگے وسیع نہیں کیا جاسکے گا۔

۱۳۔ وفاق پاکستان کے فاضل وکیل جناب سید ریاض الحسن گیلانی صاحب نے اپنی بحث کے دوران یہ دلیل پیش کی، کہ احادیث میں شفعہ کے تین حق دار بیان کئے گئے ہیں، لیکن کسی چوتھے حق دار کی نفی نہیں کی گئی لہٰذا اگر کسی قانون کے ذریعہ کوئی چوتھا حق دار پیدا کر دیا جائے، تو اس سے ان احادیث کی خلاف ورزی نہیں ہوگی، اس لئے ایسے قانون کو قرآن وسنت سے متصادم نہیں کہا جاسکتا۔

۱۴۔ لیکن شفعہ کے سلسلے میں قرآن وسنت کے احکام کی جو صورت حال میں نے اوپر بیان کی ہے، اس سے فاضل

ایڈووکیٹ کی اس دلیل کا خود بخود جواب ہو جاتا ہے، صورتِ حال دراصل یہ ہے کہ قرآن و سنت کے وہ ارشادات جن کا ذکر میں نے اس فیصلے کے پیراگراف نمبر ۴ سے ۹ تک کیا ہے، ان کا تقاضا یہ تھا کہ شفعہ جائز ہی نہ ہوتا، لہٰذا ان عمومی احکام کے بعد شفعہ کے ناجائز ہونے کے لئے کسی خصوصی (SPECIFIC) دلیل کی ضرورت نہیں، ہاں! اس کے جائز ہونے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے، شفعہ کے تین حق داروں کے سلسلے میں چونکہ یہ دلیل سنت رسول اللہ ﷺ کی شکل میں آگئی، اس لئے ان کے حق میں شفعہ جائز قرار پایا، اب تین حق داروں کے سوا تمام افراد کے حق میں قرآن و سنت کے عام ارشادات کے تحت (جن کا ذکر فقرہ نمبر ۴ تا ۹ میں گزرا ہے) شفعہ اپنی اصل کے مطابق ممنوع رہے گا، اس کی ممانعت کے لئے الگ سے قرآن و سنت کے خصوصی ارشاد کی ضرورت نہیں ہوگی، اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ان تین حق داروں کے علاوہ چوتھا شخص بھی شفعہ کا حق دار ہو سکتا ہے، تو اپنے اس عمل کو قرآن و سنت کے مطابق ثابت کرنے کی ذمہ داری اس کی ہے، کہ وہ قرآن و سنت کا کوئی خصوصی حکم پیش کرے، جو اس چوتھے شخص کو بھی شفعہ کا حق دیتا ہو، فاضل ایڈووکیٹ قرآن کریم یا سُنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسا حکم ہمیں نہیں دکھا سکے، جو ان تین قسموں کے علاوہ حق شفعہ کی کسی چوتھی قسم پر دلالت کرتا ہو، لہٰذا کسی چوتھے حق دار کو شفعہ کا حق دینا قرآن و سنت کے ان ارشادات سے یقیناً متصادم ہوگا، جو فقرہ نمبر ۴ تا ۹ میں ذکر کئے گئے ہیں۔ (جاری ہے)

ڈاکٹر عبدالرؤف صاحب

سائنس کی ترقی نے نہ صرف صنعتی میدان میں کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں بلکہ مختلف شعبہ جات میں نت نئی ترکیبوں اور اختراعات سے دنیا کو حیرت زدہ کر دیا ہے۔ آئندہ سائنس کے میدان میں کیا کچھ ہوتا ہے گا۔ اس بات کا اندازہ فی الحال نہیں لگایا جاسکتا البتہ جن شعبوں میں کام ہوا ہے ان کے حوالے سے ان کی افادیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ان میں طبی سائنس کا شعبہ اس مضمون کا موضوع ہے جس میں انسانی اعضاء کی تبدیلی سے لے کر جنس کی تبدیلی تک شامل ہے اور تبدیلئ جنس کے ایسے سینکڑوں اپریشن ہو چکے ہیں جن کے باعث عورت کو مرد اور مرد کو عورت بنا دیا گیا ہے۔ بلاشبہ یہ انسانی علم و ذہن کا عجیب کارنامہ تسلیم کیا جاتا ہے لیکن انسان کی فطرت کا خاصہ ہے کہ جو عقل اور فہم کا خزانہ قدرت نے شروع سے اس کو عطا کر رکھا ہے اور جس کو اس نے کام میں لانا چند صدیوں میں شروع کیا ہے اور اس کے جو نتائج بر آمد ہوئے اس میں وہ قدرت کی منشاء اور فطری افکار کو نظرانداز کئے ہوئے ہے۔ مقصد یہ ہے کہ قدرت کی منشاء کے مطابق جو ضابطہ مقرر ہے اس سے ناواقفیت کی بناء پر اس میدان میں بے لگام ہے اور جہاں اچھا کام ہوا ہے اور جس شدت سے اس کی افادیت کا احساس ہوتا ہے اس کام کے مضمرات کا نہیں ہوتا چنانچہ سائنس کی دنیا میں جو کچھ ہو جاتا ہے وہ پرانا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ نئی نئی راہوں کی تلاش کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ بہرحال اعضاء کی تبدیلی اب کوئی خاص بات نہیں رہی۔ بشرطیکہ اس کی ضرورت پیش آجائے۔ یہاں مجھے جنس کی تبدیلی سے متعلق ایک وضاحت کرنی ہے اور وہ یہ کہ عام طور پر لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جنس تبدیل کرنے میں طبی سائنس انسان کو اوپر سے لے کر نیچے تک بدل دیتی ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ انسانی جنسی اعضاء کی نشوونما میں جو عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ ان میں (SEX-HARMONS) جنسی ہارمون کے نظام اور ان کی کارکردگی میں کسی غیر معمولی خرابی سے صحیح طور پر جنسی اعضاء کی نشوونما نہیں ہو پاتی۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ایسے افراد میں عورت یا مرد بننے کی صلاحیت شروع ہی سے نہیں ہوتی، بلکہ ماہرین کی رائے میں کسی عورت میں مرد بننے کی قدرتی صلاحیت موجود ہے تو اس کی واضح علامات ظاہر

ہونے لگتی ہیں اور اسی طرح مرد میں اگر عورت بننے کی علامات موجود ہوں تو اپریشن کے ذریعے ان کے اندرونی اور بیرونی اعضاء کو ابھار دیا جاتا ہے یا پلاسٹک سرجری کے ذریعہ ان اعضاء کو ٹھیک کر دیا جاتا ہے۔ اور کچھ عرصہ علاج کے بعد مکمل طور پر جنس تبدیل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ انسان کو یہ علم پہلے نہ تھا لیکن علم کے اسی خزانہ میں موجود تھا جو خدا نے اسے ابتدائے آفرینش سے عطا کیا ہوا ہے لیکن شعور نہ تھا کہ اس علم کو کس طرح کام میں لایا جائے۔ لہٰذا جب شعور ہونے لگا تو وہ ایسے بہت سے کام انجام دینے لگا جن کے ہونے کا اس کو خود بھی گمان نہ تھا۔ بہر حال اس شعور کو ہی انسان نے سائنس کا نام دے رکھا ہے لیکن انسان کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ اس نے اس کی کوئی سمت قائم نہیں کی اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ کوئی ضابطۂ اخلاق مقرر نہیں کیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سائنس میں کیا ضابطہ پیدا کرنا چاہیئے تھا اور کیا واقعتاً اس ضمن میں کوئی ضابطہ قائم ہو سکتا تھا۔ گو یہ سائنس کی دنیا میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا لیکن یہ ممکن تھا اور اب بھی ہے کہ سائنس میں بے لگامی کو روکا جائے اور کوئی سمت مقرر کی جائے، کوئی لائحہ عمل طے کیا جائے اور اخلاقی اور معاشرتی ضابطوں کا خیال رکھتے ہوئے بھی اس میدان میں ترقی کی جا سکتی ہے۔ جب تمام کائنات ایک مسلّمہ ضابطے اور اصول کے ساتھ چل رہی ہے تو علم جو اس تمام ترقی کا سرچشمہ ہے اس میں بھی قدرت کی منشاء کے مطابق ہی کام کرنا چاہیئے اور یہ اصول قریب قریب ہر بڑے مذہب میں بتائے گئے ہیں جن پر اس مضمون اور موضوع پر بحث مقصود نہیں۔ بہر حال مسلم معاشرہ میں ان اصولوں کی بڑی اہمیت ہے جن کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ آئتہ کریمہ میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں سے کہا کہ میں دنیا میں ایک نائب اور خلیفہ مقرر کرنا چاہتا ہوں۔ فرشتوں نے گزارش کی کہ پروردگار ہم نے اپنے علم سے جو تو نے ہمیں عطا کیا ہے، معلوم کر لیا ہے کہ دنیا میں یہ مخلوق فساد اور شر پیدا کرے گی اور آپس میں خون خرابہ۔ تو اس میں جو بھی مصلحت تیری ہے اس کو تو ہی خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک میں جو جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے اور اس کی تصدیق یہ ہے کہ میں آدم کو حکم دیتا ہوں کہ وہ تمام اشیاء کے نام بتا دے۔ چنانچہ انسان نے تمام اشیاء کے نام بتا دیئے۔ مزید وضاحت کے لئے انسان سے متعلق فرشتوں کو یہ بات بھی بتا دی گئی کہ انسان میں خیر و شر دونوں جبلتیں موجود ہیں اور میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ ان میں کتنے خیر اور کتنے شر پسند ہیں۔ چنانچہ ان فرمودات کی روشنی میں انسان اس عقل و فہم کے خزانہ کو کس طرح استعمال کرتا ہے۔ یہ ہمارے روز آئند مشاہدے میں ہے کہ کسی جنس کا تبدیل کر دینا یا کسی خراب اعضاء کو بدل دینا یقیناً انسانیت کی خدمت ہے لیکن کچھ عرصہ سے طبی سائنس نے ایک اور کارنامہ انجام دیا ہے اور

اور مسرت کی خواہش رہتی ہے، لیکن یہ خوشی اور مسرت اور عطائے اطفال قدرت کی منشاء اور عنایت ہی سے نصیب ہوتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عمر کے آخری حصہ میں جب کہ زوجہ محترمہ بانجھ اور بوڑھی تھیں۔ آج سے تقریباً چھ ہزار سال قبل بغیر کسی سائنسی عمل کے اولاد نہ ہوتی۔ اس کے علاوہ حضرت مریم علیہ السلام سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ ہے۔ ان واقعات سے انسان اچھی طرح واقف ہے، لیکن انسانی شعور ابھی اس حد تک نہیں پہنچا کہ مشیت ایزدی اور منشاء قدرت کا مطالعہ کر سکے۔ مغربی علم جس نے اس شعور کو کام میں لانا شروع کر دیا ہے، لیکن بدقسمتی سے کوئی صحیح سمت مقرر نہیں کی جس پر ساری دنیا تکیہ کر رہی ہے اور اسی کو زندگی اور عاقبت کا (SYMBOL) بنا لیا ہے۔ ذہن اور فکر و عمل کا یہ عجیب رجحان آج کل ٹیسٹ ٹیوب بے بی اور مصنوعی استقرار حمل پر منتج ہے جس کی معاشرے میں کچھ بھی افادیت کیوں نہ ہو لیکن مسلم معاشرے میں اس کے مضمرات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ تازہ ترین اطلاعات کے مطابق پاکستان میں بھی ایسا ادارہ قائم ہو رہا ہے جس میں مصنوعی حمل کے ذریعہ عمل تولید کیا جانے لگے گا۔ بہر حال اس پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے لیکن اس علم کو بے لگام رکھا گیا ہے جو ہر قسم کی پابندی سے بے لگام ہے اور اس کا تعلق کسی مذہب اور کسی خاص قوم کے لئے اب نہیں رہا۔ جن مغربی قوموں نے اس علم کو پروان چڑھایا اب یہ ان کے کنٹرول بھی نہیں رہا۔ باوجودیکہ ان اقوام کی سائنس پر ابھی اجارہ داری قائم ہے لیکن یہاں جو بات کہنی ہے وہ یہ ہے کہ پاکستان میں یہ دیکھا گیا ہے کہ جس کام کا تعلق دین اسلام سے نہیں۔ اس میں دین اسلام کا حوالہ ضرور دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس ادارہ کے قیام کے لئے علمائے دین سے بھی رائے لی جائے گی۔ حالانکہ اس سے قبل ہی کچھ صاحب حیثیت اور متموّل حضرات یورپ جا کر مصنوعی حمل کے ذریعے ٹیسٹ ٹیوب بے بی حاصل کر چکے ہیں اور اس وقت علمائے دین سے کوئی رائے نہیں لی گئی کہ یہ کام اسلام میں کہاں تک جائز ہے۔

حفظِ ماتقدم کے طور پر یہ کہہ دینا ضروری ہے کہ اس ضمن میں جو کام یورپ میں ہو رہا ہے اگر وہ یہاں بھی ہونے لگے تو پھر خدا خیر کرے ہماری نسلیں بھی وہ تشخص برقرار نہیں رکھ سکیں گی جو اس وقت قائم ہے۔ یہ اس لئے کہ یورپ میں اس سلسلے میں بھی کوئی ضابطہ روا نہیں رکھا گیا اور جنس کے معاملہ میں بڑی بے راہ روی ہے۔ اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ اگر فریقین میں سے مرد قطعی (STRILE) ہو تو وہاں بچہ کے حصول کے لئے غیر مرد اور غیر عورت کے (GYNITAL CELLS) کو بھی استعمال کر لیا جاتا ہے اور کوئی میڈیکل ایتھکس کا خیال نہیں رکھا تھا مثلاً متبادل ماں جو یورپ میں دستیاب

زیادہ نفع کمانے کے لئے ذخیرہ اندوزی کی ممانعت

حضرت عمر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
"جو تاجر غلہ ذخیرہ ضروریات زندگی کا ذخیرہ عوام کی ضرورت کے باوجود مہنگائی کے لئے محفوظ رکھے وہ گنہگار اور ملعون ہے۔"
(ابن ماجہ والدارمی)

اسلام کے معاشی نظام کی حقیقت یہ ہے کہ عوام خاص کر غرباء یعنی کم آمدنی والوں کو زندگی گذارنا دشوار نہ ہو، تجارت پیشہ اور دولت مند طبقہ زیادہ نفع اندوزی کے بجائے عوام کی سہولت کو پیش نظر رکھے اور اس مقصد کے لئے کم نفع پر قناعت کرے اللہ کی رضا اور آخرت کا اجر حاصل کرے۔ ذخیرہ اندوزی سے مصنوعی قلت پیدا ہو کر گرانی بڑھ جاتی ہے اور عام لوگوں کا گزارہ دشوار ہو جاتا ہے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سختی سے منع فرمایا ہے۔

DADABHOY SILK MILLS LTD.

City Office, Jehangir Kothari Building, M. A. Jinnah Road Karachi-0127
Regd. Office & Mills: E/I, S. I. T. E. Karachi-1603
Postal Address: G. P. O. Box 354 Karachi-0127 Pakistan

شیخ عبد الرحمن السدیس امام حرم مکی
ترجمہ: علاء الدین ندوی

اسلامی اخوت

اس کے تقاضے اور اس کے دور رس نتائج

خطبۂ حرام

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

انّما المومنون إخوة — بیشک اہلِ ایمان بھائی بھائی ہیں۔

نیز فرماتا ہے:

وَالمُومِنُون والمومنات بعضہم اولیاء بعض۔ — مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

وَاعتصمُوا بحبلِ اللّٰہ جمیعًا وَّلاَ تفرّقوا وَاذکُروا نعمة اللّٰہ علیکُم اذ کُنتُم اعداءً فالّفَ بَینَ قلوبکُم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا — اور تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور تفریق پیدا نہ کرو اور تم اللہ کی نعمت کو یاد کرو۔ جب تم دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا تم اسکی نعمت کی وجہ سے بھائی بھائی ہوگئے۔

نیز ارشاد فرماتا ہے:

وَتعَاونُوا علی البر والتقویٰ وَلاَ تعاونُوا علَی الاِثمِ والعدوَان — اور تم بر و تقویٰ پہ ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ و عدوان کے کاموں میں مدد نہ کیا کرو۔

نیز حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا المُومِن للمُومن کالبنیان یُشدُّ بعضہ بعضا کہ ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی مانند ہے جو ایک دوسرے کو قوت پہنچاتا ہے۔ (متفق علیہ)

نیز حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَثَلُ المُؤمنین فِی تواد ھم وتراحمہم وتواطفہم مثل الجسد الواحد اذا اشتکی منہ عضو تداعیٰ لہ سائر الجسد بالسہر والحمی مسلمانوں کی آپسی محبّت و مودت، رحمت و شفقت اور ملاطفت و

نرم و خوئی کی مثال ایک جسم کی سی ہے کہ جسم کا ایک حصہ (عضو) بھی مرض کا شکار ہو جائے تو پورا جسم بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا المسلم اخوالمسلم لا یظلمہ ولا یسلمہ ومن کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ ومن فرج عن مسلم کربۃ فرج اللہ عنہ بھا کربۃ من کرب یوم القیامۃ ومن ستر مسلما ستر اللہ یوم القیامۃ۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ تو وہ ظلم کا خوگر ہوتا ہے نہ ہی وہ اسے رسوا و بے آبرو ہونے دیتا ہے، جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے خدا اس کی حاجت روائی کرتا ہے اور اپنے مسلمان بھائی کی تنگی و پریشانی کا ازالہ کر دیا تو خدا قیامت میں اس کی کربتوں کا ازالہ فرمائے گا اور جس نے اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کی خُدا قیامت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (متفق علیہ)

برادران ملت اور دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے دینی اور اسلامی بھائیو! ان واضح خصوصی خطبہ کی روشنی میں ہم سمجھ سکتے ہیں کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے کیا رشتہ ہے، یہ وہ رشتہ ہے جو نسب و خون کے رشتہ سے کہیں زیادہ پاکیزہ و استوار ہے، یہ وہ مضبوط و مقدس جذبہ اخوت ہے جو جاہ و منصب، مال و دولت اور حسب و نسب کے جذباتی و نفسیاتی تعلقات سے بھی زیادہ پائدار ہے، یہ وہ رشتہ اخوت ہے جو دنیا بھر کے مسلمانوں کو ایک وحدت میں لا کھڑا کرتا ہے خواہ ان کے درمیان ملکی و جغرافیائی حدود کی بے انتہا دُوریاں کیوں نہ حائل ہوں یہ وہ رشتہ ہے جو اصول و عقیدہ کی بنیادوں پر قائم ہوا ہے۔ یہ وہ رشتہ ہے جو دنیاوی مصالح اور مادی منفعتوں سے بلند تر ہے۔ اس رشتہ کو ان دنیاوی نعروں اور پروپیگنڈوں سے کوئی سروکار نہیں جن کی خدا کے دربار میں کوئی قدر نہیں۔ لہٰذا اسلامی اخوت و بھائی چارگی کا یہ مقدس و محترم رشتہ ہمیں سکھاتا ہے کہ مسلمان آپس میں باہمی خیر خواہی، ایک دوسرے کا تعاون و امداد اور حق و صداقت اور صبر و ضبط کی تلقین کرتے رہیں دھوکا فریب، ظلم و زیادتی، ریاکاری اور ایذا رسانی کا قلع قمع کریں، غیبت، چغل خوری، بہتان تراشی کا سدباب کریں کسی بھی مسلمان بھائی کی عزت و آبرو کو سر بازار نیلام ہونے سے بچائیں اور ضرورت مندوں کے ساتھ حسن سلوک اور امداد و اعانت کا ہاتھ بڑھانے میں گریز سے کام نہ لیں۔

فرزندان اسلام! صدر اوّل میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسلامی اخوت کی بے نظیر مثال پیش کی۔ انہوں نے باہمی نصرت و اعانت، الفت و محبت اور ایثار و قربانی کی شاندار روایت چھوڑی۔ ان کی زندگی حق کی خاطر ایک اٹوٹ طاقت بن کر ابھری اور ان کی کوششیں باطل کے توڑ کے لیے ایک تلوار بن کر ٹوٹی۔ انہوں نے شر و فساد اور طاغوتی قوتوں کے پرخچے اُڑا دیے۔ انہوں نے باطل ایوانوں میں ایک زلزلہ پیدا کر دیا۔ انہوں نے کفر و الحاد کے فلک بوس عمارتوں کو تاراج کر کے رکھ دیا۔ وہ مشرق سے لے کر مغرب تک خدا کی زمین پر چھا گئے اور انہوں نے دنیا بھر میں توحید کا علم بلند کیا لیکن جس دن مسلمان قانون خداوندی سے دستبردار ہوئے، صراط مستقیم کو فراموش کر بیٹھے اور خود ساختہ اصول و مبادی کی گمراہیوں میں بھٹکنے لگے۔ فاسد نظام حیات

کی بھول بھلیوں میں سرگرداں رہنے لگے تو خُدا نے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا۔ وہ ذلت و عذاب کی المناکیوں کے شکار ہوئے، دشمنوں کی طاقت کے شکنجے میں پھنسے، دنیاوی آلام و آفات نے انہیں گھیر لیا، مصائب و مشکلات کا کوہ گراں ان پر ٹوٹ پڑا۔ ان میں بُرح جنگوں کی وبا پھوٹ پڑی، ہلاکتوں کا بازار گرم ہوا، قتل و غارت گری عام ہوئی، کھیتیاں اور نسل انسانی برباد ہوتی رہیں، بھوک، قحط، فقر، خشک سالی اور مہلک امراض کے گرداب میں پھنس گئے، خوف، دہشت کا دور دورہ ہو گیا، امن و سلامتی نام کی کوئی چیز باقی نہ رہی۔ دنیا کے اکثر خطوں میں مال و دولت عزت و آبرو اور غذا کی قلت کا راج ہو گیا۔

ان حالات کے پیش نظر مسلمانوں کا وہ طبقہ جو رات دن آرام دہ سواریوں میں عیش کرتا، شاندار فلیٹوں میں زندگی گزارتا، عمدہ ہوٹلوں میں شب باشی کرتا، قیمتی دسترخوانوں سے لطف اندوز ہوتا اور بیش بہا دولت کے خزانوں سے کھیلتا ہے، اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرے بلکہ احساس ہی نہیں تجدید عہد کرے کہ انہیں اپنے دینی بھائیوں کی بھرپور مدد کرنی ہے جو ان نعمتوں سے محروم لقمۂ عیش کے لیے ترستے ہیں، جن میں سینکڑوں بھوک، فقر اور افلاس سے تنگ آکر موت کے غار میں جا گرے ہیں، ہزاروں، لاکھوں اپنے ملک و وطن چھوڑ چھوڑ کر روٹی کے ایک ٹکڑے کی تلاش میں جدھر راستہ نظر آیا سرگرداں نکل پڑے۔ ان کے پاؤں جوتیوں سے خالی، ان کے جسم کپڑوں سے عاری، وہ ستر پوشی تک کے محتاج۔ یہ حال آج افریقہ کے متعدد ملکوں کا ہے بعض دیگر اسلامی ممالک بھی انہی حالات سے دوچار ہیں۔ کون مسلمان ہے جو افغانی مسلمانوں پر روس کی سفاکانہ یلغار، لبنانی مسلمانوں کے نقصان مسلسل فلسطینی مسلمانوں کی بے بسی و بے سرو سامانی سے بے خبر ہو گا؟ کیا اس سے بھی زیادہ مسلمان ذلیل و خوار ہو سکتے ہیں؟ مسلمان بھائیو یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ جہاں بھی یہ ضرورت مند اور بھوکے پیاسے مسلمان بھائی ہوں اُن کی مدد کریں، اللہ کی اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اصحاب حل و عقد کی فرمانبرداری سمجھ کر کریں۔ ظلم و بربریت کے شکار اور قحط و بھوک سے بلکنے والے بھائیوں کی طرف محبت و نصرت کا ہاتھ بڑھائیں۔

برادران اسلام! خُدا نے ہمیں نعمتوں سے مالا مال کر دیا ہے لیکن افسوس ہے کہ اکثر لوگ ان نعمتوں کی قدر نہیں کرتے، خیر و بھلائی کے کاموں میں صرف نہیں کرتے بلکہ غیر شرعی طریقوں سے بے جا اسراف سے کام لے رہے ہیں۔ کیا ان مسرفین و مبذرین کو دنیا کے ان اندوہناک حالات و واقعات کا علم نہیں۔ کتنے انسان ہیں جنہیں روٹی کا ایک ٹکڑا نصیب نہیں، کیا اب بھی یہ لوگ عبرت و نصیحت سے بہرہ مند نہ ہوں گے؟ جو کفران نعمت کا ارتکاب کرتے ہیں، خدا کی نعمت کی ناقدری کیا کرتے ہیں، اسے گندی جگہوں میں جا کر ڈال آتے ہیں اور اس نعمت کیساتھ اہانت و ذلت آمیز سلوک روا رکھتے ہیں، کیا وہ لوگ جو اپنی دولت کے خزانوں کو جشنوں، خوشی کی محفلوں اور تہواروں میں بے دریغ لٹاتے ہیں اپنے حالات میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش نہ کریں گے؟ ڈر ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ ہماری حالت بھی یکسر تبدیل نہ کر دے، کہیں وہ ہمیں بھی۔ ہمارے گناہوں کی پاداش میں، ان مصیبت زدہ انسانوں کی صف میں شامل نہ کر دے۔ (ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم)

مسلمان بھائیو! پوری دنیا آج خوفناک قحط و بھوک کے دہانے پر زندگی گزار رہی ہے کاش یہ معاملہ ایسا ہی ہوتا یہ مادی و جسمانی بھوک و قحط ایک حد پہ جا کر رُک جاتا لیکن مصیبت اس سے کہیں زیادہ ہولناک و کٹھن ہے کہ آج دل و دماغ، نفس و رُوح اور انسان کا باطن قلاش اور قحط زدہ ہوگیا ہے۔ اس رُوحانی بھوک، فقر اور نفسیاتی مرض نے تعلق مع اللہ کو ختم کر کے رکھ دیا ہے، دل معاصی و منکرات سے زنگ آلود ہوگئے ہیں، باطن کی یہی افلاس رُوح کی یہی موت اور نفس کی یہی خشکی و بے اثری ساری مصیبتوں کی جڑ اور آفات کا منبع و مرکز ہے۔

موجودہ حالات میں آج کے مسلمان اس کے کہیں زیادہ محتاج ہیں کہ وہ اپنے نفس رُوح اور باطن کو ایمان باللہ تعلق مع اللہ اور عمل صالح کی غذا فراہم کریں۔ اسی سے نفس میں تازگی، رُوح میں بالیدگی اور زندگی میں حرارت پیدا ہوگی۔

میں دنیا کے مسلمانوں سے اس مقدس سرزمین میں اپیل کرتا ہوں کہ وہ اسلامی اخوت کا مظاہرہ کریں اور اپنے وہ مسلمان بھائی جو قحط کے شکار اور بھوک سے نڈھال ہیں اُن کی مدد کریں۔ انشاء اللہ آپ کی یہ مادی معاونت رُوحانی فقر و افلاس کا سدِباب کرے گی۔ آپ اس کا بھی خیال رکھیں کہ آپ کی یہ امداد مسلمان ہاتھوں تک پہنچے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے دشمنوں کے ہاتھ لگ جائے اور وہ اسلام اور مسلمانوں ہی کے خلاف، حق کو دبانے، اور باطل کے فروغ کے لیے استعمال کریں۔ خدا مسلمانوں کو ذلتوں، بلاؤں اور شکوک و شبہات کی دنیا سے نکال کر راہِ راست پہ لائے۔

ایک عظیم خوشخبری

مفتی اعظم ہند

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہم

صدر مفتی دار العلوم دیوبند ہند

کے گرانبہا اور نادر فتاویٰ کا مجموعہ

فتاویٰ محمودیہ جلد اوّل

منظرِ عام پر آچکی ہے شائقین فوراً اپنی فرمائشات بھیجیں

ناشر:- قیمت: ۶۰/-

کتب خانہ مظہری گلشن اقبال ۲، کراچی پاکستان

مرتبہ: مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہٗ

بیوی کے متعلق تمام پریشانیوں کا علاج

از افادات

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی

بیوی کی نااتفاقی کی وجہ سے کلفت اٹھانا بھی مجاہدہ ہے:

سوال: ایک شخص نے سوال کرتے ہوئے کہا۔ کہ جناب کی شفقت بزرگانہ پر بھروسہ کرکے کچھ اپنی دردناک حالت عرض کرتا ہوں۔ بدقسمتی سے میرا عقد جس خاتون سے ہوا ہے وہ اور میں دونوں بالکل متضاد طبیعت کے واقع ہوئے ہیں اس میں نہ میں اپنی شریکِ قسمت کو الزام دیتا ہوں نہ حقیقتاً اُن میں کوئی نقص ہے بلکہ میں ہی ایک انوکھی طبیعت کا شخص ہوں اس مختلف الخیالی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم دونوں میں بجائے اُنس کے ایک ایسی بیگانگی و وحشت کی دیوار کھڑی ہوگئی کہ جو روز بروز مضبوط ہی ہوتی جاتی ہے ان خانگی پیچیدگیوں نے جو اثر میری زندگی پر سخت، اور کاروبار پر بُرا اثر ڈالا ہے اُس کا ضبطِ تحریر میں آنا تقریباً ناممکن ہے، ایک دائمی افسردگی نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اور روز بروز میری زندگی معرضِ اندیشہ میں ہوتی جاتی ہے۔ میں بچپن سے اپنے مستقبل کو تابناک سمجھتا رہا تھا مگر میرا مستقبل اَب بالکل تیرہ و تار (یعنی تاریکی میں) ہوگیا ہے اس مایوسی اور نااُمیدی کی حالت نے میری دُنیا اور دین دونوں کو تباہ کر رکھا ہے، کوئی چارہ کار سمجھ میں نہیں آتا۔

جناب بزرگ ہیں، مقدس ہیں دُعا کیجئے۔ خدا مجھے اس پریشانی سے نجات دے کسی صورت سے سکونِ قلب حاصل ہوجائے۔ ۳ سال سے برابر اس عذاب الیم میں مُبتلا ہوں، اپنی موت کی آرزو کرتا ہوں۔ مجبور ہوکر یہ قصد کیا ہے کہ دُنیا کو چھوڑ کر ایک گوشہ میں بیٹھ جاؤں مگر کوئی ایسا صاف باطن مجھے نہیں ملتا جو اپنے رنگ میں رنگ دے۔ ارادہ کر رہا ہوں کہ چند روز کیلئے خدمت والا میں حاضر ہوکر حضور کی توجہات

سے مستفید ہوں۔

جواب: آں عزیز کا خط آیا برخوردار ماشاء اللہ تعالیٰ آپ ایک مستقل باہمت آدمی ہیں پھر اس قدر بے صبری اور بے استقلالی یہی تو مواقع ہوتے ہیں عزم وہمت کے دیکھنے کے یہاں آنے کو جو لکھا ہے میرے سر آنکھوں پر، کرم نماؤ فرود آکہ خانہ خانۂ تست ہے مگر یہ تو سمجھئے کہ جس غرض کے لئے ایسا خیال ہے وہ خود موقوف ہے مجاہدہ پر اور جو ناگواری آپ کو پیش آرہی ہے یہ خود ایک بڑا مجاہدہ ہے اگر آپ کو دوسرے رنگ کی طلب ہے تو اس کے لیئے حالت موجودہ میں آپ خوب تیار ہوسکتے ہیں۔ پس برداشت کیجئے پھر موقع پر یہاں آیئے کہ تھوڑی سی تدبیر میں کام بن جائیگا۔ (تربیت السالک حصہ اول، صفہ ۳۶۸)

نوافل میں بیوی کی طرف میلان میں حرج نہیں ؛

سوال: اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مکان کے اندر جب میں نماز پڑھتا ہوں میرے برابر ہی میری بیوی تھوڑے فاصلہ پر نماز پڑھتی ہوتی ہے، مگر وہ اپنی علیحدہ اور میں اپنی علیحدہ اور ایسی حالت میں کبھی ان کی جانب کسی قدر میلان بھی ہوتا ہے تو کیا ان کو پیچھے ہٹا دیا جائے یعنی برابر نہ کھڑا ہونے دیا جائے یا کوئی حرج نہیں۔

جواب: کوئی حرج نہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بسا اوقات نماز تہجد کی حالت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لیٹی ہوتیں اور آپ سجدہ میں جانے کے وقت ان کے پیر کو انگلی لگا دیتے اور وہ پاؤں سمیٹ لیتیں۔ آپ کو ان کے ساتھ جو تعلق تھا اس سے عادۃً میلان ہونا لازم ہے مگر پھر بھی اس کا انسداد نہ کیا گیا۔ (تربیت السالک حصہ اول، صفہ ۵۲۵)

بیوی کی موت سے صدمہ کا علاج:

سوال: عرصہ ڈیڑھ دو برس کا گذرا کہ میری ایک بی بی تھی جس سے مجھ کو کمال الفت تھی بلکہ میں اس کا عاشق تھا اس سے اولاد بھی ابتک موجود ہے اور وہ انتقال کر گئی اس کے مرنے کا اس قدر رنج ہے کہ زبانِ قلم سے بیان نہیں ہوسکتا اتنا عرصہ گزرا ابتک وہی حالت ہے بس مجنون کی تشبیہ کافی نہیں ہے نہ دن کو چین ہے نہ رات کو آرام۔ میرے درود و وظائف بالکل چھوٹ گئے ہیں۔ بمشکل نماز پنجگانہ ادا کرتا ہوں لیکن خشوع و خضوع کا تو نام ہی نہیں ہے اس کے دفعیہ کی بہت سی ترکیبیں کیں لیکن کوئی کارگر نہ ہوئیں۔ میں اس قدر مجبور ہوں کہ میری دین و دنیا دونوں خراب ہو رہے ہیں چنانچہ میں قرض دار ہوگیا جو اسباب میرے پاس تھا وہ رہن ہوچکا، فروخت ہوگیا اور عاقبت کا انجام بھی بہتر نہیں سمجھتا، اللہ رحم کرے میں بہت ہی خائف و لرزاں رہتا ہوں مگر مجبور ہوں لہٰذا استدعا ہے کہ حضور دعا کریں کہ مجھے کوئی عورت ملے ویسی ہی یا جو خیال ہے بالکل دفع ہوجائے اور ان دونوں میں جو بہتر ہو میرے لئے وہ آپ کریں بلکہ اس محبت کے عوض آں سرور کائنات کی محبت کا گھر میرے دل میں ہو اور مجھے بھی کوئی ترکیب تحریر کریں۔

جواب: السلام علیکم ورحمۃ اللہ دعائے خیر کرتا ہوں نکاح کرنے سے نفع ہوگا اگرچہ ویسی عورت نہ

ہو پس اگر کوئی امر مانع قوی نہ ہو تو نکاح کر لینا چاہیئے اور جبتک نکاح کا سامان نہ ہو رسالہ تبلیغ دین میں مضمون "زہد و ذمِ دنیا" کو مطالعہ میں رکھیں۔ (تربیت السالک، حصہ اول صفحہ ۵۴۳)

بیوی سے محبت بڑھنا علامتِ تقویٰ ھے:

سوال: طبیعت کو اس طرف زیادہ خیال ہو رہا ہے اور جو بات میرے واسطے مفید ہو اس سے مطلع فرمادیجئے گا۔ اور کچھ عرصے سے بیوی کی طرف محبت زیادہ ہوگئی ہے یہ میرے واسطے کوئی مُضر تو نہیں ہے۔

جواب: عین سُنّت ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ثمراتِ نیک دونوں کو عطا فرماوے جب تقویٰ بڑھتا ہے بیوی سے محبت بڑھ جاتی ہے۔ (تربیت السالک، حصہ اول، صفحہ ۵۵۲)

بی بی سے تعلق رکھنا:

سوال: بی بی سے تعلق ہے مگر ایسا ہے کہ وبال معلوم ہوتی ہے اکثر گھبراتا ہوں کہ بہت بڑا تعلق اور بھیڑ ہوگئی ہے لیکن اس کے پاس جب رہتا ہوں تو محبت بھی بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے ایک دفعہ بیمار تھی بہت سخت، تو اندر سے جی چاہتا تھا کہ مرجاتی تو نجات ملتی مگر قصداً اس خیال کو دفع کرتا تھا کہ گناہ نہ ہو۔ خیر اچھی ہوگئی۔

جواب: ہاں ایسا خیال نہ کیا جاوے بعض اوقات یہ خیال درجہ ہمت تک پہنچ کر مؤثر ہو جاتا ہے تو اس وقت قتل کا گناہ لازم آجاتا ہے۔

سوال: وہ مجھ کو بہت مانتی ہے چونکہ دیندار، تمیزدار، لکھی پڑھی عقلمند بھی ہے، اس لیئے کلفت زیادہ نہیں ہے، ورنہ خدا جانے کیا ہوتا، بہشتی زیور، تبلیغ دین کل دیکھ چکی اور اس پر حتی الوسع عامل بھی ہے۔

جواب: بندۂ خدا ایسی نعمت سے، جس کو حدیث میں خیر المتاع فرمایا ہے گھبراتے ہو۔

سوال: اب کون کون سی کتاب اس کو دی جائے۔

جواب: میرے مواعظ جتنے ہوسکیں دکھلائے جاویں۔ (تربیت السالک، حصہ اوّل صفحہ ۶۵۸)

بی بی سے محبت کا غیر مُضر ہونا:

سوال: حضرت آجکل مَیں ایک سخت مرض میں مبتلا ہوگیا ہوں وہ یہ کہ اپنی بی بی سے زیادہ محبت ہوگئی ہے جس کی وجہ سے معمولات میں حرج واقع ہوتا ہے جس کا علاج ضروری معلوم ہوتا ہے اور یہ کہ اس محبت کو مائل الی اللہ کردیا جائے۔ معمولات کو گرتے پڑتے کسی طرح ادا کیئے جاتا ہوں اور کبھی ناغہ بھی ہوجاتا ہے جس کی وجہ یہی محبت ہے مگر وہ بات نہیں جو حضرت کی خدمت میں تھی۔ اللہ تعالیٰ پھر بہت جلد حضرت کی قدمبوسی حاصل کروالے۔ (آمین)

جواب: بی بی سے خواہ کتنی ہی محبت ہو مذموم و مُضر نہیں، ہاں وہ محبت دین و اعمالِ دین سے مانع نہ ہونا چاہیئے، سو یہ امر اختیاری اور متعلق ہمت کے ہے اور حضور و غیبت کا تفاوت امر طبعی ہے کیا حضرت حنظلہؓ کا شبہ

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب آپ کو معلوم نہیں، باقی دُعا رخیر کرتا ہوں۔

سوال :۔ عرض یہ ہے کہ معمولات بحمداللہ تعالیٰ بخوبی ادا ہو رہے ہیں۔ ایک بات اکثر خیال میں آتی ہے اسی سے متفکر ہوں کہ دیکھئے کیا انجام ہوتا ہے وہ یہ کہ اہلیہ کے انتقال کو ساڑھے دس ماہ کا عرصہ ہو گیا مگر ان کا خیال کسی وقت دُور نہیں ہوتا جس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ سے اس قدر بھی تعلق نہیں کیونکہ حق تعالیٰ کے تعلق کے ہوتے ہوئے غیر اللہ کی مفارقت کا افسوس کیا معنیٰ رکھتا ہے اگر اسی حالت میں موت آگئی تو کس منہ سے حاضری ہوگی چاہیئے یہ تھا کہ غیر اللہ سے محض ضابطہ کا تعلق ہوتا اور تعلق قلبی حق تعالیٰ جل شانہٗ سے ہی ہوتا یہاں اس کا عکس ہے نماز میں اس قدر حضور نہیں ہوتا جس قدر قبرستان میں جی لگتا ہے، مرحومہ کی قبر پر جمعہ کے جمعہ جاتا ہوں وہاں سے واپسی کو دل ہی نہیں چاہتا، ابھی عید کا واقعہ ہے صبح بعد تلاوت مکان سے چلا گیا، راہ میں قبرستان ہے وہاں جا کر بیٹھ گیا پونے سات بجے سے ساڑھے آٹھ بجے تک بیٹھا رہا، اوّل تو کچھ پڑھ کر بخشا اس کے بعد خاموش بیٹھا کرتا ہوں، بیٹھ گیا ایک دیوار ہے چھوٹی سی قبر کے پاس اس پر بیٹھ جایا کرتا ہوں اسی پر بیٹھ گیا وہاں اس قدر مستغرق ہوا کہ کسی کے آنے جانے کا بھی پتہ نہیں رہا اور اس کا علم یوں ہوا کہ شام کو حافظ ــــ صاحب سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا کہ تو قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا میں نے کئی آوازیں دیں مگر تو نے کچھ جواب نہیں دیا آخر میں چلا گیا تجھے تیرے حال پر چھوڑ کر۔ اس کو سُن کر اور بھی فکر ہے کہ نماز میں تو آہستہ کی آواز بھی کان میں پڑ جاتی ہے اور قبرستان میں کئی آوازیں دی جاویں اور وہ کان میں بھی نہ پڑیں۔ لہٰذا عرض ہے کہ خدا کے واسطے خادم کا علاج تجویز فرمائیں، احقر تو بالکل گیا گزرا ہے اسی حالت میں موت آگئی تو کیا ہوگا لِلّٰہ خبر لیجیے۔

جواب :۔ حلال محبت میں ایسا انہماک اگر غیر اختیاری ہو جس سے اعمال ضروریہ دینیہ میں خلل نہ آئے ذرا بھی دین میں مُضر نہیں نہ اس سے حق تعالیٰ کی محبت میں کمی ہوتی ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ محبت طبعی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت عقلی تو یہ دونوں ایک قلب میں جمع ہو سکتی ہیں اور اگر حق تعالیٰ کی محبت قلب میں نہ ہوتی یا کم ہوتی تو اس حالت سے فکر و غم ہی نہ ہوتا۔ بالکل اطمینان رکھیں اگر اس حالت پر موت بھی آگئی تو ذرہ برابر بھی خطرہ نہیں البتہ دوسرے مصالح پر نظر کر کے اگر نکاح کر لیا جائے تو انفع ہے۔ (تربیت السالک، حصہ اوّل، صفہ ۷۴۸)

بی بی اور بچوں کے پاس ذِکر کرنا:

ایک شخص کے جواب میں فرمایا: بچوں اور بی بی کے پاس رہئیے گو طبیعت کو ناگوار ہو مگر ان کے حقوق کی رعایت سے زیادہ نفع ہوگا۔ (تربیت السالک، حصہ دوم، صفہ ۸۸۳)

شوہر مرحوم پر صبر اختیاری ہونا چاہیئے:

سوال :۔ شوہر مرحوم کے غم کی وجہ سے باوجود ڈیڑھ سال گذر جانے کے اس قدر تڑپ ہے کہ ہر چند قلب کو راجع الی اللہ کرتی ہوں لیکن یکسوئی نہیں پیدا ہوتی۔ میری قلبی خواہش یہ ہے کہ حقیقی صبر و رضا کے ساتھ محبوب حقیقی رب العزت کی یاد میں دلجمعی سے عبادت میں گذار دوں۔

جواب: برخورداری سکون مطلوب ہی نہیں عمل مطلوب ہے۔ ظاہری بھی باطنی بھی۔ ظاہری تو جانتی ہو۔ باطنی

ہر وقت کے واسطے وہ عمل جو اختیار میں ہو۔ مثلاً صبر اختیار میں ہے وہی مطلوب ہوگا سکون و دلجمعی اختیار میں نہیں وہ مطلوب نہ ہوگا۔ (تربیت السالک، حصہ سوئم صد ۵۴)

عورت کو عمدہ کپڑے پہننے کے متعلق ہدایات:

سوال: حضرت اقدس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ اچھے اور صاف ستھرے کپڑے پہنا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے اور نیت یہ بھی ہوتی ہے کہ میرے شوہر خوش رہیں اور میرے شوہر بھی یہی چاہتے ہیں، مگر مرض یہ ہے کہ جب کسی عورت کو کوئی عمدہ کپڑا پہنے دیکھتی ہوں دل بہت چاہتا ہے کہ اس قسم کا میں لے لوں، اکثر تو خاموش رہتی ہوں مگر کبھی فرمائش کر بھی دیتی ہوں اور پھر مل بھی جاتا ہے۔ حضرت ارشاد فرمائیں کہ کیا یہ مرض ہے اگر مرض ہو تو علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب: زینت کے درجات ہیں افراط و تفریط مذموم ہے اور اعتدال محمود ہے۔ اس میں اعتدال یہ ہے کہ کسی کو دیکھ کر اس وقت مت بناؤ اگر توقف کرنے سے ذہن سے نکل جائے۔ فبہا۔ اور اگر نہ نکلے تو جس وقت نئے کپڑوں کے بنانے کی ضرورت ہو اُس وقت وہی پسند آیا ہوا کپڑا بنالو۔ اگر اتفاقاً وہ اس وقت نہ مل سکے تو جانے دو اور اگر دیکھو کہ اس مدت تک طبیعت مشغول رہے گی تو پسند کے وقت خرید کر رکھ لو مگر بناؤ مت، بناؤ اُس وقت جب نئے کپڑوں کے بنانے کی ضرورت ہو تاکہ اُس کے عوض کا کپڑا بچ جاوے کہ شوق بھی پورا ہو جاوے اور اقتصاد بھی فوت نہ ہو اور اگر تمھارے شوہر تم کو علاوہ ضروری نان و نفقہ کے جیب خرچ کے طور پر کچھ دیتے ہوں تو پھر اس انتظام میں اتنا اور اضافہ کیا جاوے کہ ایسا کپڑا اپنے خرچ کی رقم سے خریدو تاکہ نفس حدود میں محصور رہے۔

(تربیت السالک، حصہ سوئم، صد ۱۳۶)

بیوی کا ہمراہ آنا نفع باطن کیلئے منافی نہیں:

سوال: ایک صاحب کا خط آیا وہ اصلاح کے سلسلہ میں یہاں آنا چاہتے ہیں انھوں نے دریافت کیا کہ میری بی بی بھی جو کہ پہلے سے بیعت ہیں آنا چاہتی ہیں۔ مگر ان کے آنے سے میری یکسوئی جاتی رہے گی نیز وہ بچوں کے ساتھ بیجا سختی کرتی ہیں جس سے مجھ کو اذیت ہوگی اس کے متعلق مشورہ لیا تھا اس کے متعلق حضرت نے حسب ذیل جواب دیا۔

جواب: اُن میں (یعنی بی بی میں) ہزار کھوٹ سہی مگر وہ جب وہ بلا ترغیب خود طلب کریں ان کی اعانت خود طاعت و نافع باطن ہے گو اُن کو ساتھ لانے سے ایک درجہ میں تشویش بھی ہو۔ مگر تشویش نفع باطن کے منافی نہیں البتہ وہ نفع عاجلاً محسوس نہیں ہوتا مگر بصیرت کے بعد خود محسوس ہوگا کہ نفس میں کونسا ملکہ محمودہ پیدا ہوگیا۔

(تربیت السالک، حصہ سوئم، صد ۳۱۷)

فساد بین الزوجین اصل ہے سیکڑوں فساد کی:

فرمایا کہ میاں بی بی کا فساد سب فسادوں کی مرغی ہے۔ یعنی سیکڑوں فساد کو پیدا کرتی

ہے۔ (ملفوظات کمالات اشرفیہ صفحہ ۴۶)

بیبیاں حوروں سے افضل ہوں گی:

فرمایا کہ جنت میں یہ بیبیاں حوروں سے افضل و اجمل ہوں گی۔ اور اجمل کی طلب نہ خلافِ عقل ہے نہ خلافِ نقل اس لئے اپنی بیویوں کے ملنے کے لئے دعا کرنا نہ خلافِ عقل ہے نہ خلافِ نقل۔
(ملفوظات کمالات اشرفیہ صفحہ ۱۱۸)

بی بی کا ایک حق جیب خرچ بھی ہے:

فرمایا کہ بی بی کا یہ بھی حق ہے کہ اس کو کچھ رقم ایسی بھی دو جس کو وہ اپنے جی آئی خرچ کر سکے جس کو جیب خرچ کہتے ہیں۔ اس کی تعداد اپنی اور بیوی کی حیثیت کے موافق ہو سکتی ہے مثلاً روپیہ دو روپیہ۔ دس بیس پچاس روپے جیسی گنجائش ہو۔ (ملفوظات کمالات اشرفیہ، صفحہ ۱۲۰)

عورتوں کی اصلاح کا بہترین طریقہ:

فرمایا کہ عورتوں کی اصلاح خاوند سے بہ نسبت پیر کے زیادہ ہو سکتی ہے۔ (حوالہ بالا)

عورتوں پر سختی کرنا جوانمردی کے خلاف ہے و عورتوں کو پردے میں رکھنا عین دلجوئی ہے:

فرمایا کہ حدیث میں ہے: استوصوا بالنساء خیراً فانما عن عوان عندکم۔ یعنی عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو کیونکہ وہ تمہارے پاس مثل قیدی کے ہیں۔ اور جو شخص کسی کے ہاتھ میں قید ہو، اور ہر طرح اس کے بس میں ہو اس پر سختی کرنا جوانمردی کے خلاف ہے۔ لفظ عوان سے پردہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مقید ہو کر رہنے ہی کا نام تو پردہ ہے۔ نیز پردہ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ پردہ کا منشا حیا، اور حیا عورت کے لئے امر طبعی ہے اور امر طبعی کے خلاف پر کسی کو مجبور کرنا باعث اذیت ہے اور اذیت پہنچانا دلجوئی کے خلاف ہے۔ پس عورتوں کو پردہ میں رکھنا اُن پر ظلم نہیں بلکہ حقیقت میں دلجوئی ہے۔ (حوالہ بالا)

اللہ تعالیٰ کی سفارش عورتوں کے بارے میں:

فرمایا کہ مردوں کو غور کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے کس عمدہ پیرایہ میں عورتوں کی سفارش کی ہے۔ فرماتے ہیں: وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (القرآن) یعنی عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور اگر کسی وجہ سے تم کو وہ ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم کو کوئی چیز ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت بھلائیاں رکھ دی ہوں مثلاً عورت

کی بد خلقی پر صبر کرنے سے اجر کثیر کا وعدہ ہے یا مثلاً اس سے کوئی اولاد ہو جاوے جو قیامت میں اس کی دستگیری کرے۔ (کمالاتِ اشرفیہ، صفحہ ۱۲۱)

ہر صورت میں مردوں کو اپنی بیبیوں کی قدر کرنی چاہیئے:

فرمایا کہ ہر صورت میں مردوں کو اپنی بیبیوں کی قدر کرنا چاہیئے دو وجہ سے ایک تو بی بی ہونے کی وجہ سے کہ وہ اُن کے ہاتھ میں قید ہیں اور یہ بات جوانمردی کے خلاف ہے کہ جو ہر طرح اپنے بس میں ہو اس کو تکلیف پہنچائی جائے۔ دوسرے دین کی وجہ سے کیونکہ تم مسلمان ہو وہ بھی مسلمان ہیں جیسے تم دین کے کام کرتے ہو وہ بھی کرتی ہیں اور یہ کسی کو معلوم نہیں کہ دین کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون زیادہ مقبول ہے۔ یہ کوئی بات ضروری نہیں کہ عورت مرد سے ہمیشہ گھٹی ہوئی ہو۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرد کے برابر بلکہ اس سے زیادہ ہو پس عورتوں کو حقیر و ذلیل نہ سمجھنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ بیکس اور مجبور اور شکستہ دل کا تھوڑا سا عمل بھی مقبول فرما لیتے ہیں اور اس کے درجات بڑھا دیتے ہیں۔ (کمالاتِ اشرفیہ صفحہ ۱۲۴)

آجکل کی عورتوں کی اصلاح کا طریق:

فرمایا کہ عورتوں کی اصلاح کے لئے بس یہ کافی ہے کہ وہ کتب دینیہ کا مطالعہ کرتی رہیں باقی آجکل ایسا نمونہ کہ جس کو وہ خود مشاہدہ کرکے اپنے اخلاق درست کریں عورتوں میں ملنا قریب بہ محال ہے اور خاوند کی معتقد نہیں ہوتیں۔ اس لیئے بس کتابیں پڑھایا سنا کریں۔ خاوندوں کو اُن کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے۔ آگے چاہے اصلاح ہو یا نہ ہو بس ان کو کتابیں پڑھ کر سناتے رہیں۔ وہ تو مواخذہ سے بری ہو جائینگے۔ (کمالات اشرفیہ صفحہ ۱۵۸)

عورتوں کی دو صفت قابلِ تعریف ھیں:

فرمایا عورتیں قابلِ تعریف و ترحم ہیں، ان میں دو صفت تو ایسی ہیں کہ مردوں سے بھی کہیں بڑھی ہوئی ہیں۔ خدمت گاری اور عفت۔ عفت تو اس درجہ ہے کہ مرد چاہے افعال سے پاک ہوں لیکن وسوسوں سے کوئی شاید خالی ہو۔ اور شریف عورتوں میں سے اگر سَو کو لیا جاوے تو شاید سَو کی سَو ایسی نکلیں گی کہ وسوسہ تک بھی اُن کو عمر بھر نہ آیا۔ اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں المحصنات الغافلات۔ (القرآن) (کمالاتِ اشرفیہ صفحہ ۲۰۶)

مولانا محمد اقبال قریشی

دلائل آیاتِ قرآنی سے

ارشاد فرمایا حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے :-

۱- وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ المومنون آیت ۱۰۰

اور ان لوگوں کے آگے آڑ ہے قیامت کے دن تک۔

۲- اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ج وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝ (المؤمن آیت ۴۶) وہ لوگ صبح اور شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں اور جس روز قیامت قائم ہوگی فرعون والوں کو نہایت سخت آگ میں داخل کرو۔

ف :- یہ آیت دلیل ہے عذاب قبر کی۔ اور جس آگ سے برزخی عذاب ہے وہ برزخی آگ ہے خواہ اس کی حقیقت کچھ جدا ہو یا وہ نار جہنم کا ہی اثر ہو۔ (بیان القرآن ج ۲ ص ۹۱۵)

صحیحین میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :- کہ جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو عالم برزخ میں اس کو وہ مقام دکھلایا جاتا ہے جہاں قیامت کے حساب کے بعد اس کو پہنچنا ہے اور یہ مقام دکھلا کر روزانہ اس سے کہا جاتا ہے کہ تجھے آخر کار یہاں پہنچنا ہے۔ اگر یہ شخص اہلِ جنت میں سے ہے تو اس کا مقام جنت میں اس کو دکھلایا جائے گا۔ اور اہل جہنم میں سے ہے تو اس کا مقام اس کو دکھلایا جائے گا۔ (معارف القرآن ج ۷، ص ۶۰۳)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ آلِ فرعون کی روحیں سیاہ پرندوں کی شکل میں ہر روز صبح و شام دو مرتبہ جہنم کے سامنے لائی جاتی ہیں۔ اور جہنم کو دکھلا کر ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارا ٹھکانا یہ ہے (بحوالہ مذکورہ)

دلائل احادیث نبوی کی روشنی میں

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے

اَلْقَبْرُ اِمَّا حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ اَوْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ۔ رواہ الترمذی من حدیث ابی سعید بتقدیم و تاخیر و قال غریب۔ قلت فیہ عبید اللہ بن الولید الوصافی ضعیف۔

یعنی قبر ایک گڑھا ہے دوزخ کے گڑھوں میں سے یا ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے۔

۲- اَرْوَاحُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ حَوَاصِلِ طُيُوْرٍ خُضْرٍ مُعَلَّقَةٌ تَحْتَ الْعَرْشِ۔ رواہ ابن ماجہ

من حدیث کعب بن مالک ارواح المؤمنین فی طیر خضر تعلق بشجر الجنۃ ورواہ النسائی بلفظ انما نسمۃ المؤمنین طائر ورواہ الترمذی بلفظ ارواح الشہداء وقال حسن صحیح۔

یعنی مؤمنین کی ارواح سبز پرندوں کے قالبوں میں عرش کے نیچے معلق رہتی ہیں۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے کعب بن مالک کی حدیث سے کہ مومنین کی ارواح سبز پرندوں میں جنت کے درختوں سے معلق رہتی ہیں۔ اور نسائی نے اس لفظ سے روایت کیا ہے کہ مومن کا نسمہ (یعنی جان گویا) ایک طائر ہے۔ اور روایت کیا اس کو ترمذی نے اس لفظ سے کہ "شہداء کی ارواح" اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

ف: مجموعہ حدیثین (علا وعلا) اس پر دلیل ہے کہ لفظ قبر جو نصوص میں وارد ہے اس کی تفسیر عالم برزخ ہے نہ یہ خاص گڑھا۔ چنانچہ مومن قبر میں ہے پھر اسی حالت میں وہ عرش سے بھی معلق ہے۔ حالانکہ عرش عین حفرہ نہیں ہے

(التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف ص ۶۶)

عالم برزخ کا مفہوم

برزخ کے لفظی معنی حاجز اور فاصل کے ہیں۔ دو حالتوں یا دو چیزوں کے درمیان جو چیز فاصل ہو اس کو برزخ کہتے ہیں۔ اسی لئے موت کے بعد قیامت اور حشر تک کے زمانے کو برزخ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ دنیاوی حیات اور آخرت کی حیات کے درمیان حد فاصل ہے۔

(معارف القرآن ج ۶ ص ۳۳۱)

عالم برزخ کی حقیقت

کل تین عالم ہوئے۔ عالم[۱] دنیا جہیں ہم موجود ہیں۔ عالم[۲] برزخ۔ مرنے کے بعد قیامت تک جس میں رہنا ہوگا۔ عالم[۳] آخرت۔ قیامت اور حساب کتاب کے بعد جس دنیا میں ہمیشہ رہیں گے

غرض برزخ آخرت اور دنیا کے درمیان کی حالت ہے۔ اگر قبر میں دفن کر دیا وہی اس کا برزخ ہے اس سے وہاں ہی سوال وجواب اور عذاب یا ثواب ہوگا۔ اور اگر بھیڑیے یا شیر نے کھالیا اس کے لئے وہی برزخ ہے اور اگر جلادیا تو جہاں جہاں اس کے اجزاء ہیں اس سے وہاں ہی یہ سب واقعات پیش آدیں گے۔ چونکہ شریعت میں دفن کرنے کا حکم ہے اس لئے عالم برزخ کو قبر سے تعبیر فرمایا ہے۔ غرض قبر سے مراد احادیث میں یہ گڑھا نہیں ہے بلکہ مراد قبر سے عالم برزخ ہے اور عالم برزخ اس گڑھے کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اسی طرح مُردے کا حال ہے کہ اگر قبر کھود کر دیکھا جائے تو جس طرح دفن کر آتے تھے اسی طرح ہے لیکن وہاں کے واقعات اس پر سب گزر رہے ہیں۔ جس طرح ہم سونے والے کو دیکھتے ہیں کہ وہ آرام سے لیٹا ہے حالانکہ وہ خواب میں سخت تکلیف کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ یا کہ وہ تکلیف میں ہے اور خواب میں مزے لوٹ رہا ہے۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ برزخ کے واقعات بھی خواب جیسے ہیں۔ جس طرح خواب کی کوئی اصل نہیں اسی طرح یہ بھی فی الواقع کوئی شے نہیں اور مُردے کو یہ واقعات محض متخیل ہوتے ہیں۔ اس لئے خوب سمجھ لو کہ خواب نمونہ ہے یعنی خواب مشابہ برزخ کے ہے مماثل نہیں۔ عالم برزخ کے واقعات حقیقت رکھتے ہیں تحقیق اس کی یہ ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ روح تو اس جسم سے مفارق ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس جسم کو تو ثواب، عذاب، تکلیف آرام کچھ نہیں ہوتا۔ ہاں اس جسم سے روح کو تعلق قدیم کی وجہ سے ایک تعلق خاص ہوتا ہے جیسا کہ آدمی کو اپنے گھر سے یا کپڑے سے کہ وہ گھر اور کپڑا اس سے مفارق ہے

لیکن اس سے تعلق ہے اور اسی تعلق کی بناء پر اگر مردے کے جسم کو کوئی مارے تو روح کو ایک قسم کی تکلیف ہوتی ہے پس اس جسم عنصری کے ساتھ زیادہ کوئی تعلق نہیں رہتا۔ مگر حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عذاب و ثواب کا مورد جسم ہی ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ برزخی ثواب و عقاب اور تمام برزخی واقعات اور سوال و جواب کے لئے روح کو ایک اور جسم عطا ہوتا ہے اسکو جسمِ مثالی کہتے ہیں اور جسم مثالی کی حقیقت یہ ہے کہ سوائے اس عالمِ ظاہر کے ایک اور عالم ہے کہ صوفیاء کو اس کا انکشاف ہوا ہے۔ اور نیز اشاراتِ کتاب و سنت سے بھی اس کا وجود معلوم ہوتا ہے اس عالم میں تمام اشیاء اور تمام اعمال و افعال کی صورتیں ہیں۔ خواب میں جو کچھ آدمی دیکھتا ہے وہ بھی اسی عالم کی صورتیں ہیں۔ مثلاً خواب میں دیکھتا ہے کہ میں کلکتہ گیا ہوں اور وہاں کوٹھیاں بنگلے اور بازاروں کی سیر کر رہا ہوں تو یہ سب صورتیں چونکہ عالم مثال میں موجود ہیں اسی لئے وہ خواب میں نظر آتی ہیں۔ (حیوٰۃ طیبہ ص ۱۰ تا ۱۲۔ ملخصاً)

مزید تفصیلات و ازالہ شبہات کے لئے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا رسالہ "الفتوح فی احکام الروح" ملاحظہ فرمایئے۔

برزخ اور حشر کی مثال جیلخانہ اور حوالات کی سی ہے ۔ نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ محاسبۂ عظمیٰ تو قیامت کے دن ہی ہوگا۔ اور بعض محاسبات برزخ میں بھی ہوتے ہیں۔ دیکھئے حدیث میں تصریح ہے کہ کافر کے لئے جہنم کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے کہ اس میں سے آگ کی لپٹیں آتی ہیں اور مؤمن کے لئے دروازہ جنت کی طرف کھول دیا جاتا ہے اور جنت کی ہوائیں پہنچتی ہیں۔ اور حالانکہ یہ مسلم ہے کہ دار الجزاء قیامت ہے، دنیا دار الجزاء نہیں ہے۔ برزخ کی مثال جیلخانہ اور حوالات کی سی ہے عـــہ کہ حوالات بھی جرم کی نوعیت کے موافق سخت اور نرم ہوتی ہے۔ جیسا کہ جیلخانہ کی قید اور سزا بھی جرم کی نوعیت کے مطابق شدید و خفیف ہوتی ہے۔ پھانسی والے کی حوالات بھی اور ہوتی ہے اور جیل بھی اور۔ حوالات ہی سے سزا کے نمونے شروع ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی قبر سے بھی قیامت کے نمونے شروع ہو جاتے ہیں۔ (مجالس الحکمت ص۴۲)

عالم برزخ میں روح کو جسمِ مثالی عطا ہوتا ہے روح کو برزخ میں دوسرا جسد عطا ہوتا ہے اور ساتھ ہی اس جسد سے بھی تعلق رہتا ہے اور قبر کا سوال و جواب اس جسد مثالی کے ساتھ ہوتا ہے جو وہاں عطا ہوتا ہے اور اس جسد عنصری سے تعلق رہنے کا ایسا درجہ ہے جیسا کوئی رضائی اتار کر رکھ دے اور دوسری اوڑھ لے تو اب چلنا پھرنا تو دوسری کے ساتھ ہوتا ہے مگر ایک گونہ تعلق اس پہلی سے بھی رہتا ہے۔ تو روح گو وہاں اس جسد مثالی کے ساتھ ہوگی مگر تعلق اس جسد عنصری کے ساتھ بھی ہوگا اب اس سے یہ شبہ جاتا رہا کہ اگر کسی میت کو شیر کھالے، یا آگ میں جل جائے تب بھی حساب ہوگا اور حساب اس جسد مثالی ہی کے ساتھ ہوگا۔ جو عالم برزخ میں عطا ہوگا۔ (الافاضات الیومیہ ج ۵ ص۱۲۱)

مرنے کے بعد جسد عنصری کو جلانے وغیرہ سے قلق ہوتا ہے مرجانے کے بعد جسم کو قطع کرنے سے یا اس کے احراق سے روح کو الم یعنی

عـــہ برزخ کی مثال ویٹنگ روم کی بھی ہے کہ جس درجہ اور شان کا مسافر ہوگا اسی طرح کا اس کا ویٹنگ روم بھی ہوگا۔

دکھ نہیں ہوتا۔ البتہ قلق وحزن ہوتا ہے جیسے مثلاً کسی کی رضائی بدن سے اتار دی جائے تو چونکہ اس سے ایک زمانہ تک ملابست رہ چکی ہے اس پر قلق اور رنج ہوتا ہے مگر ایسی تکلیف نہیں ہوتی جیسے اگر زندہ جسم جلے۔ یا دوسری مثال سے سمجھ لیجئے کہ جسم کے فالج زدہ حصے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی چاہے پھاڑیئے یا چیریئے۔ بس اسی طرح روح کو ایسی چیزوں سے تکلیف نہیں ہوتی ہاں قلق ضرور ہوتا ہے۔ جس کی وجہ موانست ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۲۴۲)

جنت یا دوزخ میں جسد عنصری اور مثالی دونوں ہوں گے

عالم برزخ میں جسد مثالی پر عذاب ہوگا۔ باقی دوزخ میں اسی جسد عنصری پر عذاب ہوگا۔ کسی صاحب نے سوال کیا کہ جنت میں بھی جسد عنصری ہوگا یا مثالی جسد ہوگا؟ فرمایا کہ یہی جسد عنصری ہوگا۔ اس نے عرض کیا کہ کیا جنت و دوزخ میں مثالی جسد نہ ہوگا؟ فرمایا مثالی بھی ہوگا اور اب دنیا میں بھی ہے۔ چنانچہ جس وقت روح نکلتی ہے تو وہ مع مثالی جسد کے نکلتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے موتی ایک ڈبہ میں ہیں اور ڈبہ صندوق میں ہے۔ تو موتی کو جس وقت نکالا جاتا ہے اسی طرح روح اور مثالی جسد کو اس جسد سے مع نکال لیا جاتا ہے۔ (الافاضات الیومیہ ج ۵ ص ۱۷۲، فیوض الرحمٰن ص ۸۸)

قبر کی تنگی کا مفہوم

اعمال سیئہ سے قبر میں جو تنگی ہوتی ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ گڑھا تنگ ہو جاتا ہے کیونکہ کوئی اس گڑھے میں دفن نہ کیا جائے تو کیا وہ اس تنگی سے بچ جائے گا۔ بس خوب سمجھ لو کہ روح قبر کے مقید نہیں ہاں اس کو قبر سے تعلق ضرور ہے (دار المعود، دنیا و آخرت ص ۸۰) بس قبر ایک حالت ہے (بین الدنیا والآخرۃ) اسی کو برزخ کہتے ہیں۔ بس اگر پندرہ بیس مُردے مُردہ کی ایک ایک بوٹی بانٹ لیں تب بھی اس کے ساتھ سب معاملات برزخ کے ہوں گے۔ یہی قبر ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۶ ص ۲۷۵)

برزخ کے اجزاء

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا: کہ کفار بھی برزخ میں جاتے ہیں علیین، سجین سب برزخ کے اجزاء ہیں (الافاضات ج ۶ ص ۲۷۵)

بعض اعمال کے آثار برزخیہ

جس وقت آدمی کوئی عمل کرتا ہے وہ فوراً اعالم برزخ میں منعکس ہو کر چھپ جاتا ہے اور اس وجود پر کچھ آثار بھی مرتب ہوتے ہیں اس عالم کا نام بھی قبر ہے۔ پھر انہیں اعمال کا ایک وقت میں کامل ظہور ہوگا۔ جس کو یوم حشر و نشر کہتے ہیں۔ سو ہر عمل کے مراتب وجودی تین ہوئے۔ صدور، ظہور مثالی۔ ظہور حقیقی۔ اس مضمون کو فوٹو فون سے سمجھنا چاہئے۔ ایک مرتبہ یہ کہ وہ بات منہ سے نکلی۔ دوسرا مرتبہ یہ کہ فوراً فوٹو فون میں وہ الفاظ بند ہوگئے۔ تیسرا مرتبہ یہ کہ جب اس سے آواز نکالنا چاہیں وہی آواز بعینہٖ پیدا ہو جائے۔ سو منہ سے نکلنا عالم دنیا کی مثال ہے اور اس میں بند ہونا عالم برزخ کی۔ پھر اس سے نکلنا عالم غیب کی۔ بس جیسا کوئی عاقل شک نہیں کرتا کہ نکالنے کے وقت وہی آواز نکلے گی جو اول منہ سے نکلی تھی۔ اس کے خلاف نہ نکلے گی۔ اسی طرح مومن کو اس میں شک نہ چاہئے کہ جس وقت کوئی عمل اس سے صادر ہوتا ہے وہ عالم مثال میں منقش ہو جاتا ہے۔ اور آخرت میں اس کا ظہور ہوگا۔ اس بنا پر یقین ہو گیا کہ

آخرت کا سلسلہ بالکل ہماری اختیاری حالت پر مبنی ہے کوئی وجہ مجبوری کی نہیں ہے۔

؎ گندم از گندم بروید جو ز جو — از مکافاتِ عمل غافل مشو۔

امام بخاریؒ نے بروایت سمرہ بن جندبؓ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر صحابہؓ سے دریافت فرماتے کہ تم نے شب کو کوئی خواب تو نہیں دیکھا۔ جو شخص کوئی خواب عرض کرتا تو آپؐ اس کی تعبیر ارشاد فرماتے۔ اسی طرح حسبِ معمول ایک روز صبح کے وقت ارشاد فرمایا کہ آج رات ہم نے ایک خواب دیکھا ہے کہ دو شخص میرے پاس آئے مجھ کو اٹھا کر کہا کہ چلو، میں ان کے ساتھ چلا۔ ایک شخص پر ہمارا گذر ہوا۔ کہ وہ لیٹا ہوا ہے اور دوسرا شخص اس کے پاس ایک پتھر لئے کھڑا ہے اور اس کے سر پر زور سے مارتا ہے جس سے اس کا سر کچل جاتا ہے۔ اور پتھر آگے کو لڑھک جاتا ہے اور یہ ابھی لوٹنے نہیں پاتا کہ اس کا سر اچھا ہو جاتا ہے جیسا کہ پہلے تھا وہ آکر پھر اسی طرح کرتا ہے میں نے ان دو شخصوں سے تعجباً کہا سُبْحَانَ اللّٰہِ یہ دونوں کون ہیں۔ کہنے لگے چلو چلو ہم آگے چلے۔ ایک شخص پر گذر ہوا جو چت لیٹا ہے اور دوسرا شخص اس کے پاس زنبور لئے کھڑا ہے اور اس لیٹے ہوئے شخص کے منہ کے ایک جانب آکر اس کا کلّہ اور نتھنا اور آنکھ گدی تک چیرتا چلا جاتا ہے پھر دوسری طرف آکر اسی طرح کرتا ہے اور اس جانب سے فارغ نہیں ہونے پاتا کہ وہ جانب اچھی ہو جاتی ہے پھر اس طرف جاکر اسی طرح کرتا ہے میں نے کہا "سُبْحَانَ اللّٰہِ" یہ دونوں کون ہیں؟ کہنے لگے چلو چلو، ہم آگے چلے۔ ایک تنور پر پہنچے اس میں بڑا شور و غل ہو رہا ہے۔ ہم نے اس میں جھانک کر دیکھا تو اس میں بہت سے مرد و عورت ننگے ہیں اور ان کے نیچے سے ایک شعلہ آتا ہے جب وہ ان کے پاس پہنچتا ہے تو اس کی قوت سے یہ بھی اوپر اٹھ جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ وہ دونوں بولے چلو چلو، ہم آگے چلے اور ایک نہر پر پہنچے کہ خون کی طرح لال تھی اور اس نہر کے اندر ایک شخص تیر رہا ہے اور نہر کے کنارے پر ایک اور شخص کھڑا ہے اس نے بہت سے پتھر جمع کر رکھے ہیں۔ وہ شخص تیرتا ہوا ادھر کو آتا ہے یہ شخص اس کے منہ پر ایک پتھر کھینچ کر مارتا ہے جس کے صدمہ سے پھر وہ اپنی جگہ پہنچ جاتا ہے پھر وہ تیر کر نکلتا ہے یہ شخص پھر اسی طرح اس کو ہٹا دیتا ہے میں نے پوچھا یہ دونوں کون ہیں؟ وہ کہنے لگے چلو چلو، ہم آگے چلے ایک شخص پر گذر ہوا کہ بڑا ہی بدشکل ہے کہ ایسا کوئی نظر سے نہ گذرا ہوگا۔ اور اس کے سامنے آگ ہے اس کو جلا رہا ہے اور اس کے گرد پھر رہا ہے میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے۔ کہنے لگے چلو چلو، ہم آگے چلے ایک گنجان باغ میں پہنچے جس میں ہر قسم کے بھاری شگوفے موسمِ بہار کے تھے، اور اس باغ کے درمیان ایک شخص نہایت دراز قد جس کا سر اونچائی کے سبب دکھائی نہیں پڑتا بیٹھے ہیں اور ان کے آس پاس بڑی کثرت سے بچے جمع ہیں۔ میں نے پوچھا یہ باغ کیا ہے اور یہ لوگ کون ہیں؟ کہنے لگے چلو چلو ایک عظیم الشان درخت پر پہنچے کہ اس سے بڑا اور خوبصورت درخت کبھی میں نے نہیں دیکھا۔ ان دونوں شخصوں نے مجھ سے کہا کہ اس پر چڑھو، ہم اس پر چڑھے تو ایک شہر ملا کہ اس کی عمارت میں ایک ایک اینٹ سونے کی اور ایک ایک چاندی کی لگی ہے، ہم شہر کے دروازے پر پہنچے اور اس کو کھلوایا۔ وہ کھول دیا گیا ہم اس کے اندر گئے ہم کو چند آدمی ملے جن کا آدھا بدن ایک طرف کا تو نہایت بدصورت اور ایک طرف کا نہایت خوبصورت، وہ دونوں شخص ان لوگوں سے بولے جاؤ اس نہر میں گر پڑو، اور وہاں ایک چوڑی نہر جاری ہے جس کا پانی سفید ہے جیسا دودھ ہوتا ہے۔ وہ لوگ جاکر اس میں گر گئے پھر ہمارے پاس جو آئے تو ان کی بدصورتی بالکل جاتی رہی۔ پھر ان دونوں شخصوں نے مجھ سے کہا کہ یہ جنتِ عدن ہے اور دیکھو تمہارا گھر وہ رہا

میری نظر جو اوپر بلند ہوئی تو ایک محل ہے جیسا سفید بادل۔ کہنے لگے یہی تمہارا گھر ہے۔ میں نے ان دونوں سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا بھلا کرے مجھ کو چھوڑ دو میں اس کے اندر چلا جاؤں۔ کہنے لگے ابھی نہیں بعد میں جاؤ گے۔ میں نے ان سے کہا کہ آج رات بھر بہت عجیب تماشے دیکھے۔ آخر یہ کیا چیزیں تھیں۔ وہ بولے ہم ابھی بتلاتے ہیں، وہ جو شخص تھا جس کا سر پتھر سے کچلتا دیکھا وہ ایسا شخص ہے جو قرآن مجید حاصل کر کے اس کو چھوڑ کر فرض نماز سے غافل ہو کر سو رہتا تھا اور جس شخص کے کلّے اور نتھنے اور آنکھ گدّی سے چیرتے دیکھا یہ ایسا شخص ہے جو صبح کو گھر سے نکلتا اور جھوٹی باتیں کیا کرتا جو بہت دُور پہنچ جاتیں، اور جو ننگے مرد وعورت تنور میں دیکھے یہ زنا کرنے والے مرد وعورت ہیں، اور جو شخص نہر میں تیرتا تھا اور اس کے منہ میں پتھر بھرے جاتے تھے یہ سُود خوار ہے۔ اور وہ جو بدشکل آدمی آگ جلاتا ہوا اور اس کے گرد دوڑتا ہوا دیکھا وہ مالک داروغہ دوزخ کا ہے، اور جو دراز قامت شخص باغ میں دیکھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور جو بچے ان کے آس پاس دیکھے یہ وہ بچے ہیں جن کو فطرت پر موت آگئی۔ کسی مسلمان نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! مشرکین کے بچے بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں مشرکین کے بچے بھی۔ اور وہ جو لوگ تھے جن کا نصف بدن خوبصورت اور نصف بدن بدصورت تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ کچھ عمل نیک کئے تھے اور کچھ بد۔ کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا۔ فقط۔

یہ حدیثِ خواب کافی سے نقل ہے۔

فصل:۔ اس حدیث سے ان اعمال کے آثار واضح ہوتے۔ اور مناسبتیں گو مخفی ہیں مگر ذرا تامل سے سمجھ میں آسکتی ہیں مثلاً جھوٹ بولنے اور کلے چیرے جانے میں مناسبت ظاہر ہے، اور زنا کرنے سے جو آتشِ شہوت تمام بدن میں پھیل جاتی ہے اس میں اور آتشِ عقوبت کے محیط ہو جانے میں مناسبت ظاہر ہے اور زنا کے وقت برہنہ ہو جاتے ہیں اور جہنم میں برہنہ ہو جانا اور اسمیں مناسبت ظاہر ہے۔ علیٰ ھذا القیاس سب اعمال کو اسی طرح سوچ لینا چاہئے۔

(جزاء الاعمال از ص۳۵ تا ص۴۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ معراج میں اعمالِ صالحہ یا افعالِ سیئہ کی جزاء وسزا عالمِ برزخ کی مُشاہدہ کرائی گئی جس کی تفصیل "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب" میں از ص۴۹ تا ص۵۴ مفصلاً درج ہے وہاں ملاحظہ فرمالی جائیں۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں، "عالمِ برزخ باعتبار مکان کے خواہ کہیں ہو مگر انکشاف اس کا مشروط نہیں صاحبِ کشف کے اس مکان میں ہونے کے ساتھ۔ (نشر الطیب ص۵۴)

شبِ معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرات انبیاء علیہم السلام سے کس جسد کے ساتھ ہوئی

حضرت حکیم الامت تھانوی رح اپنے رسالہ تنویر السراج فی لیلۃ المعراج میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات (بیت المقدس اور سمٰوٰت) پر ان کی رُوح کا تمثل ہوا ہے جس کو صوفیاء جسم مثالی کہتے ہیں رُوح کا تعلق ہو گیا اور اس جسد میں تعدُّد بھی۔ اور ایک وقت میں رُوح کا سب کے ساتھ تعلق ممکن ہے لیکن ان کے اختیار سے نہیں بلکہ محض بقدرت ومشیّتِ حق، اور ظاہراً یہ جسم مثالی جو دونوں جگہ نظر آیا الگ الگ شکل رکھتا تھا اس لئے باوجود لقاء بیت المقدس کے آسمان میں نہیں پہچانا۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ آسمان پر مع الجسد ہیں ان کو وہاں دیکھنا مع الجسد ہو سکتا ہے لیکن ان کو جو بیت المقدس میں دیکھا وہ مع الجسد نہیں

تھا۔ بلکہ بالمثال ہے کہ تعلق رُوح کا جسدِ مثالی کے ساتھ قبل الموت بھی بطورِ خرقِ عادت کے ممکن ہے۔
(نشر الطیب صلا۶۵)

عالمِ برزخ میں غلبہ رُوحانی کیفیت کا ہوتا ہے

یہ بات جو عوام کے خیال میں جمی ہوئی ہے کہ مُردے یوں ہی بے کس و بے بس تنہائی میں پڑے ہوتے گھٹا کریں گے۔ یہ خیال غلط ہے بلکہ دنیا میں جس قدر سامانِ عیش کا کسی کے پاس ہو سکتا ہے وہ سب بلکہ اس سے زیادہ اور عمدہ برزخ میں نصیب ہوگا۔ ہاں بعض سامانِ عیش کے ایسے ہیں کہ وہ وہاں نہ ہوں گے جیسے نکاح وغیرہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عالمِ برزخ میں غلبہ روحانی کیفیت کا ہوتا ہے یہ جسمانی کیفیتیں اور جذبات کالعدم ہو جاتے ہیں۔ اس واسطے نکاح وغیرہ کی وہاں ضرورت نہیں ہوگی۔ اور یہی وجہ ہے کہ قیامت میں جب جنت میں جائیں گے تو پھر وہی دنیا کا جسم مل جائے گا اور جذبات بھی پیدا ہو جاویں گے اور حوریں ملیں گی۔ رہا کھانا پینا سو اُس کی خواہش رہ سکتی ہے کیونکہ کمزور جسم کو بھی اس کی خواہش ہوتی ہے۔ جیسے بچہ کو یا بہت کمزور لبِ دم مریض کو، اسی واسطے آیا ہے کہ مومنین کی ارواح سبز پرندوں کے قالب میں جنت میں چرتی پھرتی ہیں۔ (شوقِ وطن صلا۳۸)

عالمِ برزخ مسلمانوں کے لئے رحمت ہے!

مرنے کے بعد مومنین کے اعمالِ صالحہ خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ خود تو کوئی نیکی نہیں کر سکتے۔ البتہ اعزہ واقربا۔ یا احباب کے ایصالِ ثواب کرنے سے اُن کو ثواب پہنچتا رہتا ہے اس طرح عالمِ برزخ مسلمانوں کے لئے باعثِ رحمت ہے کہ دُنیا سے رخصت ہونے کے باوجود انہیں ثواب پہنچ سکتا ہے۔ اس طرح صدقاتِ جاریہ کا بھی اجر ملتا رہتا ہے۔

کتاب المعارف ابن قتیبہ ترجمہ: سلام اللہ صدیقی پاک اکیڈمی آرام باغ، کراچی

۵۰
البلاغ
دار العلوم کے شعبۂ تصنیف کی تازہ ترین علمی پیشکش
مفتی اعظم پاکستانؒ کی گرانقدر عربی تصنیف کا اردو ترجمہ
جو پہلی بار شائع ہو رہا ہے۔
اسلام اور موسیقی
تالیف
مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ
ترجمہ
شرح وتحقیق
مولانا محمد عبد المعز صاحب
رفیق شعبۂ تصنیف دار العلوم کراچی
قرآن وسنت کی روشنی میں رقص و سرود اور موسیقی کا حکم۔
موضوع سے متعلق سو سے زیادہ احادیث وروایات کا تذکرہ اور ایک ایک پر تحقیقی اور اسنادی بحث۔
صحابہؓ وتابعینؒ اور ائمہ وصوفیا کے مستند اقوال — قوالی اور سماع کی شرعی حیثیت۔
کتاب کے شروع میں فاضل مترجم کے قلم سے ایک مبسوط مقدمہ جس میں تفریحات سے متعلق اسلام کے معتدل مؤقف اور موسیقی کے عقلی، روحانی اور سماجی پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔
آخر میں مترجم ہی کے قلم سے ایک مفصل تکملہ جس میں موسیقی کے بارے میں رائج الوقت شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔ اپنے موضوع پر اردو میں پہلی سیر حاصل کتاب۔
آفسٹ کی دلآویز کتابت وطباعت۔
ریگزین جلد
قیمت: /- روپے
مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴

محمد تسلیم
متعلم دارالعلوم کراچی

بتا گئے نہ خوش رہے

جہادِ افغانستان میں شہید ہوئے ۱۱ طلبہ کی سرگزشت

حامداً ومصلیاً۔ ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ کے البلاغ میں حضرت العلامہ مولانا محمد تقی صاحب دامت اقبالہم کا شہداءِ دارالعلوم کے بارے میں ایمان افروز اداریہ میں نے پڑھا تو دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ ان پاک نفوس کے واقعۂ شہادت کو تحریر میں لا کر قارئین البلاغ کے اس اشتیاق کو پورا کر دیا جائے جو کہ اداریہ پڑھنے کے بعد یقیناً پیدا ہوا ہوگا۔ اس کے علاوہ ان جانباز مجاہدوں کا واقعۂ شہادت سبق آموز بھی ہے اور غیرتِ ایمانی کو بیدار کرنے والا بھی۔ اس لئے بھی اس کا ہر پاکستانی مسلمان بلکہ عالمِ اسلام کے ہر مسلمان کے علم میں آنا ضروری ہے تاکہ انھیں معلوم ہو جائے کہ کس قدر ناگفتہ بہ حالات میں بھی یہ مٹھی بھر مجاہدین پرچمِ اسلام بلند کئے ہوئے ہیں۔

لیکن اس واقعہ سے پہلے یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ مجھے اور میرے رفقاء کو افغانستان کی اس بھڑکتی ہوئی آگ میں کودنے کا خیال کیسے آیا؟

دراصل چند سال قبل ایک غیر ملکی صحافی افغانستان گیا اور وہاں کے جنگی حالات دیکھے اور دورانِ جنگ وہاں کی مختلف تصاویر لیں اور پھر مختلف کانفرنسوں میں مختلف ممالک سے اپیل کی کہ افغانستان کے مجاہدین کی ہر طرح مدد کی جائے۔ اس مضمون کو پڑھ کر ہمیں بے حد افسوس ہوا اور شرم آئی کہ ایک غیر مسلم اتنے مشکل حالات میں افغانستان کا دورہ کرتا ہے اور صرف انسانیت کے رشتہ سے یہ اپیل کرتا ہے کہ مجاہدین افغانستان کی مدد کی جائے اور ہم مسلمان ہو کر تمام حالات سے باخبر ہو کر کفر کی بربریت اور مسلمانوں کی مظلومیت کو جان کر بھی اپنی دنیا میں مست اور اپنی دھن میں مگن ہیں اور یہ جانتے ہوئے کہ کفر کی یہ آگ جو آج افغانستان میں روس کی شکل میں بھڑک رہی ہے وہ کل خدانہ کرے، خدانہ کرے پاکستان کی اس پاک و سرسبز زمین کو بھی اپنی لپیٹ میں لے سکتی

ہے۔ اگرچہ ہمارے مجاہدین پاکستان کی دلیر افواج اور حوصلہ مند عوام انشاء اللہ ایسا وقت نہ آنے دیں گے، لیکن اس وقت ہماری غفلت اور عیش کوشی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے جو بڑی تشویشناک بات ہے۔ علامہ اقبالؒ نے قوموں کی تقدیر کا فلسفہ اپنے ایک سبق آموز شعر میں بیان کردیا ہے ؎

آ تجھ کو بتاؤں تقدیر امم کیا ہے　　　شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر

اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

بہر حال جب ہم نے اس غیر ملکی صحافی کی اپیل پڑھی تو ہمارے دل میں اس شوق نے جنم لیا کہ ہم بھی میدان کارزار میں اپنے جانباز مجاہدین کی اس عظیم جدوجہد میں شامل ہوکر اسلام کے خلاف اس بھڑکتی ہوئی آگ کو بجھانے کی کوشش کریں جس نے نہ جانے کتنے ہی شہر جلا ڈالے کتنی بستیاں زمیں بوس کردیں، کتنے گھر اجاڑ دیئے۔ کتنی مسجدیں ویران کردیں، کتنے مدرسے برباد کردیئے، کتنے جوانوں، بوڑھوں اور بچوں کو شہید کردیا۔ کتنے سہاگ لوٹ لئے، کتنی گودیں خالی کردیں، کتنی عصمتیں لوٹ لیں۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا ارشاد احمد شہید جیسی عظیم شخصیت کو ہمارے تکمیل شوق کا سبب بنایا اور ۱۹۸۱ء میں احقر کو اپنے مادرِ علمی (دارالعلوم کراچی) کے چھ رفقاء کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے کی سعادت ملی۔ ۱۹۸۴ء میں ہمارے مدرسہ کے مجاہدین کی یہ تعداد پہلے کی نسبت دوگنی ہوگئی۔ اور پھر ۱۹۸۵ء میں یہ قافلہ دارالعلوم بیس نوجوان حوصلہ مند مجاہدین پر مشتمل تھا۔

اس دفعہ ہم ارگون کے نواحی علاقہ شرنت میں مورچہ زن رہے۔ وہاں گزشتہ سالوں کی طرح حسب معمول مولانا ارشاد احمد صاحب شہید کی زیرِ نگرانی کمانڈر قاری سیف اللہ اختر صاحب اور مولوی فضل الرحمن صاحب سے ٹریننگ حاصل کی اور پھر ۲ شوال ۱۴۰۵ھ کو پکتیا کے اندرونی علاقہ حقّ درہ گئے اور وہاں حرکت انقلاب اسلامی کے عظیم کمانڈر مولانا فریدالدین کی ماتحتی میں جنگ کا نقشہ تیار ہوا اور ۲ شوال کو نماز عصر سے فارغ ہوکر مولانا عید محمد صاحب کی قیادت میں (۴۵) مجاہدین بقصدِ جنگ ٹرالی پر بیٹھ کر پکتیکا اور غزنی کے مابین علاقہ شرنہ کی طرف روانہ ہوئے اور راستہ کی حفاظت کے لئے چند مجاہدین کو رات دس بجے تک پُرخطر مقامات پر پہرہ داری کے لئے مامور کیا گیا۔ ہم نے مغرب کی نماز راستہ ہی میں ادا کی اور پھر بعد نماز سفر مسلسل جاری رہا مگر یہ قافلہ راستہ کے دشوار گزار اور خراب ہونے کی بناء پر دس بجے تک ان مقامات سے نہ گزر سکا جہاں ہماری حفاظت کا انتظام کیا گیا تھا۔ جب دیر ہوگئی تو محافظین اپنی اپنی کمین گاہوں میں چلے گئے۔ کسی جاسوس نے دشمن کو ہمارے آنے کی خبر کردی اور جس وقت ہم ان مقامات پر پہنچے تو ہمارے محافظین موجود نہ تھے اور دشمن نے راستہ سے تقریباً بیس میٹر کے فاصلہ پر اپنا محاصرہ قائم کرلیا تھا مگر مجاہدین کو اس محاصرہ کی قطعاً امید نہ تھی کیونکہ گزشتہ چھ سالوں کے دوران دشمن اتنی جرأت نہ کرسکا تھا کہ اپنے ٹھکانوں سے نکل کر مجاہدین کا محاصرہ کرکے حملہ کرے۔ لیکن اس وقت کسی جاسوس کی مخبری نے ان کو بھی حوصلہ دے دیا تھا۔ تقریباً رات کے ساڑھے دس بجے اچانک ہماری گاڑی پر ایک بم پھٹا جس کی وجہ سے گاڑی کے انجن میں آگ لگ گئی اور دشمن نے گولوں، بموں اور گرنیڈ (دستی بم) کی بارش شروع کردی۔ یہ سلسلہ تقریباً پندرہ منٹ تک جاری رہا۔ اس بوچھاڑ میں کسی ایک مجاہد کے

بھی بچنے کی امید نہ تھی اور کسی بھی مجاہد کا اپنے سر کو بلند کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا، لیکن ٹرالی میں ٹھہرے رہنا بھی ممکن نہ تھا کیونکہ اس میں آگ لگی ہوئی تھی جو تیزی سے پھیل رہی تھی۔ اس کے علاوہ آگ کی روشنی کے باعث ٹرالی دشمن کے گولوں اور گولیوں کا ہدف بنی ہوئی تھی۔ چند مجاہدین گاڑی سے تیزی کے ساتھ چھلانگ لگا کر پوزیشن لینے میں کسی طرح کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے بھی جوابًا گولیاں برسانی شروع کر دیں۔

اور اندھیری رات میں جہاں گولوں اور بموں کے خوفناک آوازیں تھیں وہاں برسرِپیکار مجاہدین کے "اللہ اکبر اللہ اکبر" کے ایمان افروز نعروں کی گونج بھی شامل تھی اور انہی آوازوں میں مولانا ارشاد احمد شہید کی دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والی آواز بھی تھی جنہوں نے " اللہ اکبر" کا ایک پرجوش و پرکیف نعرہ لگا کر دشمن پر جوابی حملہ کر کے مجاہدین کے حوصلوں کو بلند کر دیا تھا۔ آخر کار انھوں نے اپنی امارت کا حق ادا کرتے ہوئے بصد اشتیاق جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اعلی اللہ درجاتھم فی اعلیٰ علیین۔ جس وقت جنگ اپنے شباب پر تھی ایک مجاہد گاڑی پر چڑھا تاکہ شہیدوں کی پیٹیوں سے گولیاں نکال کر دشمن کے خلاف استعمال کرے لیکن جب اس نے دارالعلوم کے مجاہد طالب علم عبداللہ اور امیر احمد کی پیٹیوں سے گولیاں نکالنے کی کوشش کی تو ایک کرب انگیز منظر کا اسے سامنا کرنا پڑا کہ گولیوں کے بجائے عبداللہ کے سینے کی ہڈیاں ہاتھ میں آگئیں۔

اور جب اس نے ہمارے مدرسہ کے باصلاحیت طالب علم امیر احمد کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں گھستا چلا گیا۔

میں کچھ دیر گاڑی ہی میں لیٹ کر اپنے آپ کو گولیوں اور گولوں کی بوچھاڑ سے بچانے کی کوشش کرتا رہا، لیکن جب میں نے آگ کو اپنے قریب پہنچتے دیکھا تو میں پہلی مرتبہ گاڑی سے اترنے کے لئے کسی قدر اوپر اٹھا تو قریب پھٹنے والے ایک دستی بم کا ٹکڑا میرے بائیں شانہ پر آکر لگا اور اندر گھس گیا۔ اس لمحہ میں تھوڑی دیر کے لئے دوبارہ گاڑی میں لیٹ گیا، لیکن جس وقت میں نے محسوس کیا کہ میرے نیچے شہداء کی لاشیں ہیں تو میرے دل نے یہ گوارا نہیں کیا کہ میں اپنے ان عظیم شہداء کو اپنے لئے بطور مورچہ استعمال کروں تو پھر میں ایک نئے ولولے اور جذبے کے ساتھ اٹھا، اسی وقت دشمن کی ایک سنسناتی ہوئی گولی میرے بائیں بازو میں گھس گئی اور میرا ہاتھ لٹک گیا اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ اس کا میرے جسم کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں۔ اس وقت اپنے عزیز رفقاء کی جدائی کے غم انگیز ماحول میں مجھے اس احساس سے خوشی ہونے لگی کہ اللہ رب العزت نے جہاد جیسے عظیم کام میں زخمی ہونے کا رتبہ عطا فرمایا۔ اس خیال سے مجھے اپنی خوش قسمتی پر ناز ہونے لگا۔ انہی خیالات میں مگن پتہ نہیں میں کس طرح ٹرالی سے اترا یا چھلانگ لگا دی۔ بہرحال نیچے اتر کر میں گاڑی کے قریب لیٹ گیا۔ میرے قریب ہی ایک مجاہد دشمن کی طاقت سے بے خوف نعرۂ تکبیر کی گونج میں دشمن پر گولیوں کی بوچھاڑ کر رہا تھا۔ میں نے بھی چاہا کہ رائفل لے کر گولیاں برساؤں، لیکن شدید خواہش اور کوشش کے باوجود ہاتھ کے زخمی ہونے کی وجہ سے ممکن نہ ہو سکا۔

جنگ کے امیر مولانا عید محمد صاحب گولیوں اور گولوں کی بارش میں زخمیوں کو اٹھانے میں مصروف

تھے۔ اس وقت ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی نادیدہ طاقت ان گولیوں اور گولوں کا رخ ان کی طرف سے بدل دیتی ہے اور وہ تا آخر صحیح سلامت رہے۔ دار العلوم کے ایک غازی طالب علم عبد الحلیم بھی ان کے ساتھ ساتھ تھے۔ اور ایک عجیب سرفروشانہ انداز میں اپنے زخمی رفقاء کو کندھے پر اٹھا کر محفوظ مقامات پر لے جا رہے تھے۔ اس حملہ میں ہمارے بائیس مجاہد شہید ہوئے جن میں سے سولہ مدارس عربیہ کے طلبہ تھے۔ چھ ۶ دار العلوم کراچی کے اور دو جامعہ فاروقیہ کے، اسی طرح اور مدارس کے، دشمن کے تقریباً پینتیس آدمی جہنم رسید کئے گئے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے دشمن پر ایسا رعب مسلط ہوا کہ وہ واپس لوٹنے لگا۔ بعد میں دوسرے مجاہدین کی ایک جماعت وہاں پہنچ گئی۔ اس وقت بھی دشمن کی طرف سے اکا دکا فائر ہو رہے تھے۔ مجاہدین کی یہ دوسری جماعت شہداء کو قریبی گاؤں لے گئی اور زخمیوں کو اونٹوں وغیرہ پر گاؤں پہنچایا گیا۔ اس وقت تک دار العلوم کے پانچ طلبہ زخمی ہو چکے تھے۔ میرے ہم نام طالب علم محمد سلیم بہت زیادہ زخمی تھے اور شدید کرب میں مبتلا تھے۔ گاؤں پہنچ کر کچھ دیر بعد انہوں نے دم توڑ دیا۔ اس طرح ان کی ایک دیرینہ خواہش پوری ہوئی کہ شہادت کی موت نصیب ہوئی۔ یہ طالب علم مدرسہ میں دوسرے طلبہ سے کہتے تھے کہ میرے لئے دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب کرے۔ مولوی سلیم صاحب کو گاؤں والوں کی خواہش پر وہیں دفن کیا گیا۔ وہ اس پر بڑی خوشی اور فخر محسوس کر رہے تھے کہ ایک پردیسی طالب علم شہید ان کے ہاں دفن کیا گیا۔ دوسرے شہداء کرام کو گاؤں "کوٹ وال" میں دفن کیا گیا۔ شہداء کے پاک اجسام غسل کے محتاج نہ تھے۔ ویسے بھی ہمارے یہ مجاہد طلبہ جب حملہ کی تیاری کر رہے تھے تو انھوں نے اس نیت سے غسل کیا تھا کہ شہید ہوں گے۔ انہوں نے خوشبو وغیرہ بھی لگانے کا اہتمام کیا تھا۔ غسل کرنے والے تمام ہی طلبہ کو شہادت نصیب ہوئی۔ پتہ نہیں کیا بدقسمتی ہوئی کہ احقر غسل نہ کر سکا تھا۔ بہرحال ان شہداء اسلام کے جنازہ میں ڈھائی ہزار سے زیادہ کا مجمع تھا۔ لوگوں میں عجیب و غریب جوش و خروش تھا۔ ہر فرد کی آنکھیں اشکبار تھیں اور ہر آدمی ان پاک نفوس کی جدائی پر دل تھامے ہوئے تھا۔ نماز جنازہ کے لئے صفیں ہی باندھی جا رہی تھیں کہ اچانک دشمن کے گن شپ ہیلی کاپٹر سروں پر آ پہنچے۔ اب احتیاط کا تقاضا تو یہ تھا کہ جملہ صف بستہ مجاہدین اور دیگر افراد دشمن کی دوربینوں سے بچنے کے لئے کسی جائے پناہ کو تلاش کرتے، لیکن قربان جائیے ان عظیم مجاہدین کے عزم پر کہ یہ طے کئے ہوئے تھے کہ ہم اپنے ان عظیم مہمان شہداء کے ساتھ دفن تو ہو سکتے ہیں مگر اپنی صفوں کو نہیں توڑ سکتے پھر ہزاروں افراد نے اس منظر کو دیکھا کہ وہی دشمن کے گن شپ ہیلی کاپٹروں کی ایسی سپر پاور دوربینیں جو زمین کے ذرہ ذرہ کو دیکھنے میں کامیاب ہو جاتی تھیں اس وقت اندھی ہو گئیں اور آرام کے ساتھ ان شہداء کی تدفین عمل میں آئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون (القرآن)

یہ غازی یہ ترے پُر اسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے یہ لذتِ آشنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی
اقبالؔ

اپنے شہداء ساتھیوں کی صورتیں دل و دماغ میں گھومتی رہتی ہیں۔ موقوف علیہ کے باعزم عبدالرحمٰن سادسہ کے بلند حوصلہ امیر احمد رابعہ کے خوش مزاج و پر مزاح محمد اقبال جو میدان جنگ میں بھی ہنستے مسکراتے رہتے تھے اور ساتھیوں کو بھی خوش رکھتے تھے۔ اسی طرح ثالثہ کے کڑیل جوان عبداللہ اولیٰ کے جوانمرد عبدالواحد ان باکمال شہداء کی کس کس ادا کو یاد کریں۔ یہ طلبہ علمی صلاحیت کے اعتبار سے بھی مدرسہ میں نمایاں تھے اور صلاح و تقویٰ کے اعتبار سے بھی ان کی قربانیاں ہمیں بزبان اقبالؔ یہ سبق دے رہی ہیں۔

مسلم خوابیدہ اٹھ ہنگامہ آرا تو بھی ہو
وہ چمک اٹھا افق گرمِ تقاضا تو بھی ہو

آیئے ہم اور آپ مل کر عہد کریں کہ ان پاک شہداء کے خون کو رائیگاں نہ جانے دیں گے اور غیرتِ ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کفر کی طاغوتی قوتوں کا سر کچل کر رکھ دیں گے اور اس جہاد اسلامی کو وسیع تر کر کے اسلام کا پرچم بلند سے بلند تر کریں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، من لم یغز ولم یحدث بہ نفسہ مات علی شعبۃ من النفاق او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ یعنی جس شخص نے کبھی جہاد میں حصہ لیا اور نہ کبھی اس کے دل میں اس کا خیال آیا وہ ایک طرح کے نفاق کے ساتھ مر گیا۔ العیاذ باللہ

انشاء اللہ ہم اس حدیث کا مصداق ہرگز نہ بنیں گے۔

اللھم ارزقنا شھادۃ فی سبیلک
واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

بقیہ "مسافرانِ آخرت"

اعلیٰ دمفتی کشمیر (۱۵) مولانا حکیم یوسف شاہ صاحب (۱۶) مولانا سیف الدین صاحب مرحوم (۱۷) مولانا غلام رسول صاحب کریم آبادی (۱۸) مولانا حافظ عبدالغنی مرحوم سابق خطیب شملہ (انڈیا) (۱۹) جناب مفتی محمد ضیاء الدین صاحب ضیاء (۲۰) مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم سابق امام مسجد سکندر خان (۲۱) مولانا غلام محی الدین صاحب مولوی فاضل (۲۲) مولانا پیر احمد اللہ مرحوم (۲۳) جناب مولوی سراج الدین احمد صاحب پال (۲۴) جناب حکیم حاجی محمد علی صاحب امرتسری (۲۵) بابا عبداللہ شاہ عرف گھوڑے شاہ (۲۶) مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب۔

SHAMSI

For

CANVAS

&

TENTS

SHAMSI CLOTH

AND GENERAL MILLS LTD.

(KARACHI PAKISTAN)

HEAD OFFICE:
3, Idris Chambers,
Talpur Road,
Karachi-2.
Phones: 221941 - 238081
Grams: "Canvas" Karachi.
TELEX 24416 - ZOHRA PK.

MILLS:
A-50, Sind Industrial
Trading Estates
Manghopir Road,
Karachi-16
Phones: 290443 - 290444

• اعجاز احمد خان سنگھانوی

ایم۔ اے

حضرت مولانا مفتی پیر غلام مصطفٰے قاسمی امرتسریؒ [1]

حضرت مفتی غلام مصطفٰے قاسمیؒ نے ابتدائی کتابیں اپنے بزرگ ماموں مولانا پیر احمد اللہ صاحبؒ قاسمی (متوفی سنہ ۱۳۰۴ھ) سے پڑھیں۔

ابتدائی کتب کے بعد آپ نے باقی تمام منقولات و معقولات اور علوم و فنون کی کتابیں اپنے بزرگ چچا علامہ غلام رسول قاسمی سے پڑھیں۔ تکمیل و تحصیل علوم کے بعد آپ نے اپنے بزرگ چچا کی سرپرستی میں درس و تدریس، وعظ و تبلیغ اور تحریر و تسوید کا سلسلہ شروع کر دیا اور اپنی علمی و عملی صلاحیتوں کی وجہ سے اپنے اُستاد کے جانشین قرار پائے اور آخر دم تک جانشینی کے فرائض بحسن و خوبی سر انجام دیتے رہے۔

صورت و سیرت:

آپ میانہ قد، گھنی اور خوبصورت داڑھی رکھتے تھے۔ رنگ گورا تھا۔ آنکھیں اور ناک نہایت دلکش، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے۔

"میں جن دنوں حضرت مفتی غلام مصطفٰی صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ سے سبق پڑھا کرتا تھا تو میں

---

[1] تذکرۂ اسلاف صفحہ ۱۴۰، از محمد بہاء الحق قاسمی خطیب جامع مسجد ماڈل ٹاؤن لاہور۔

کتاب سے زیادہ مفتی صاحب کی آنکھوں کا زیادہ مطالعہ کیا کرتا تھا۔ جن میں غضب کی نورانیت اور کشش تھی"۔

بڑھاپے میں بھی آپ بے حد خوبصورت تھے۔ اس حسنِ صورت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسنِ سیرت سے بھی نوازا تھا۔ اپنوں اور بیگانوں سب کے ساتھ مروّت اور مہربانی کا معاملہ فرماتے۔ مسجد سے مکان اور مکان سے مسجد تک آنے جانے میں غضِ بصر کے حکم کی پابندی کرتے۔ آپ کو دائیں بائیں تاکنے جھانکنے کی عادت نہیں تھی۔

آپ کی محبوبیت :

آپ کے ان نیک خصائل کے باعث امرتسر کے لوگ آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اہلِ محلّہ کا یہ اعتقاد تھا کہ :۔

"ہمارے بچے بیمار ہوتے ہیں تو آپ کی دُعا اور دم کی برکت سے تندرست ہو جاتے ہیں"۔

لوگ آپ کو صرف عالم کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک درویش صفت بزرگ کی حیثیت سے جانتے تھے۔

قناعت و استغناء :

آپ امرتسر کے ایک کم رونق محلّے (بازار کہاراں) میں شہر کے مرکزی حصّے سے دُور ہمیشہ گوشہ نشین رہے۔ استغناء، قناعت، گوشہ نشینی اور سادگی آپ کی سیرت کے اجزاء ہیں۔ غرباء کے ساتھ آپ کا سلوک بہت عمدہ تھا طمطراق اور شان اور دکھاوے سے آپ کو سخت نفرت تھی۔

درس و تدریس :

آپ کی زندگی کا بیشتر حصّہ پڑھنے پڑھانے میں بسر ہوا۔ تحصیل و تکمیل کے بعد انفرادی طور پر طلبہ کو لِلّٰہ پڑھاتے رہے۔ کبھی کبھار بھی کسی سے کوئی معاوضہ نہ لیا۔ مدرسہ نصرۃ الحق حنفیہ میں کارِ اہتمام سالہا سال تک بلا معاوضہ انجام دیا۔ پوری جوانی اور بڑھاپے کا غالب حصّہ اسی مخلصانہ جدوجہد میں گذارا۔ لیکن جب اہل و عیال میں اضافہ ہوا تو بعض علماء کے اصرار پر اہتمام مدرسہ سے مستعفی ہو کر صدر مدرس مدرسہ مذکور کی حیثیت سے کام کرنا اور مشاہرہ لینا منظور فرمایا۔ مگر کچھ عرصہ بعد آپ کی بصارت کمزور ہو گئی تو صدر مدرسی سے بھی مستعفی ہو گئے۔ آنکھ کا آپریشن کرانے کے بعد بھی مطالعہ کا شغل جاری رہا۔ اور جب نقاہت بڑھ گئی تو آپ نے سوائے ذکر اللہ کے سب مشاغل ترک فرما دیئے تھے۔

فتویٰ نویسی:

درس و تدریس کے علاوہ فتویٰ نویسی آپ کا ایک مستقل شغل تھا۔ اس سلسلے میں آپ مرجع انام تھے۔ ملک کے تقریباً ہر حصہ سے آپ کی خدمت میں استفتاء آتے جن کے محققانہ جوابات تحریر فرماتے۔ اگر آپ کے فتاویٰ کو جمع کیا جاتا تو ایک ضخیم دفتر تیار ہو جاتا۔

تصنیفات:

درس و تدریس کے ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی کی ذمہ داری پوری پابندی کے ساتھ جاری تھی۔ اس کے علاوہ آپ نے تصنیف و تالیف کا کام بھی انجام دیا۔ مندرجہ ذیل چند رسائل تصنیف فرمائے:۔

۱۔ الرسالۃ الجلیلۃ فی اثبات الوسیلۃ۔ یہ رسالہ عربی زبان میں تھا جس کا اُردو ترجمہ مولانا نور بخش توکلی مرحوم نے کیا تھا۔

۲۔ تکمیل الابصار بمولد سید الابرار۔

۳۔ زبدۃ البضاعۃ فی مسائل الرضاعۃ۔

۴۔ سرور المحزون۔ اس اُردو رسالہ میں ان اعتراضات کے جوابات دیئے گئے تھے جو بنارس کے ایک مولوی صاحب نے فقہ حنفی اور سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر کئے تھے۔

۵۔ "تحفۂ آسمانی" مسئلہ تقدیر کے موضوع پر تھا۔

۶۔ مجمع النہرین۔ اس عربی رسالہ کے دو موضوع تھے۔ پہلے حصہ میں حدوث عالم کو عقلی دلائل سے ثابت فرمایا تھا اور دوسرے حصہ میں علم غیب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بحث کرتے ہوئے بتایا تھا کہ حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے زیادہ مغیبات کا علم عطا فرمایا ہے لیکن اس کے باوجود لفظ "عالم الغیب" کا اطلاق اور علم محیط اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔

۷۔ "احسن التقریر فی مسئلۃ التکفیر"۔ یہ رسالہ عربی زبان میں تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ ضروریات دین کا انکار اور قطعیات میں تاویل کفر ہے اور اس کے ساتھ لزوم کفر اور التزام کفر کا فرق واضح فرمایا تھا اور یہ بھی واضح کیا تھا کہ جن فرقوں نے ضروریات دین کا انکار و استخفاف کیا ہے وہ تاویل و تلبیس کا لبادہ اوڑھنے کے باوجود بھی حکم تکفیر بمعنی خروج عن الاسلام سے نہیں بچ سکتے مثلاً مدعیان

نبوت اور ان کے پیرو۔

۸۔ مسئلہ طلقات ثلثہ (اُردو) اس رسالے کا موضوع اس کے عنوان سے ظاہر ہے۔ اس میں ثابت کیا گیا تھا کہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی حتیٰ کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بلکہ جمہور محدثین رحمہم اللہ کا مذہب یہی ہے کہ ایک دفعہ تین طلاق دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں اور یہی مذہب حق ہے۔

۹۔ پوتے کی وراثت: (اُردو) اس رسالے کے دو نمبر الگ الگ شائع ہوئے تھے جن میں پوتے کی وراثت کے متعلق اُمتِ مسلمہ کے متفق علیہ موقف کے حق میں دلائل دیئے گئے تھے اور ملحدین کے اعتراضات کا جواب دیا گیا تھا۔

۱۰۔ ترجمۃ الالہام الصحیح: یعنی حضرت مولانا مفتی غلام رسول صاحبؒ قاسمی کی مایۂ ناز تصنیف "الالہام الصحیح فی اثبات حیات المسیح کا اُردو ترجمہ ہے جو اصل کتاب کے ساتھ ۱۳۱۱ھ میں شائع ہوا تھا۔

۱۱۔ جرح و تعدیل:۔ اس اُردو رسالے میں بتایا گیا تھا کہ "بعض الناس" نے حضرت امام ابوحنیفہؒ پر جو جرح کی ہے وہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔

۱۲۔ معجزہ و نیچر:۔ اس رسالہ میں سرسید احمد خان کے خیالات متعلقہ معجزات پر آیات قرآنیہ کی روشنی میں تنقید کی گئی تھی۔

ان تصنیفات کے علاوہ آپ کے مضامین بعض مذہبی جرائد میں شائع ہوتے تھے۔ رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور میں آپ کے مضامین اور فتاویٰ بھی شائع ہوتے رہے ہیں۔

چند سال تک آپ رسالہ "انوار محمدی" کے مرتب و مدیر بھی رہے۔ آپ اس ماہنامہ کے ذریعہ عیسائی مشنریوں، آریہ سماجی پرچارکوں اور مرزا غلام احمد قادیانی اور نیچریوں کے اعتراضات کا جواب دیتے تھے۔

مسلک و مشرب:

آپ مذہباً حنفی اور مشرباً نقشبندی مجددی تھے۔ اجتہادی مسائل میں آئمہ اربعہ رحمہم اللہ میں سے کسی ایک کی تقلید کو ضروری جانتے تھے۔

بیعت:

آپ کی بیعت خواجہ دین محمد صاحب عرف حضرت ملّا صاحب مجددی رحمۃ اللہ علیہ جوڑہ شریف

ضلع کیمبل پور متوفی (۱۳۲۵ھ) فرزند ارجمند و خلیفہ ارشد حضرت خواجہ نور محمد صاحب عرف حضرت باباجی تیراہی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۸۶ھ) سے تھی۔ چاروں سلسلوں کی اجازت اور سند خلافت آپ کو مرشد کامل کی طرف سے حاصل تھی۔

رحلت :

تخمیناً آپ کی عمر اسی ۸۰ برس کے لگ بھگ تھی جب آپ کو نمونیہ کا عارضہ لاحق ہوا ڈاکٹری علاج ہوتا رہا مگر افاقہ نہ ہوا آخر چند روز بیمار رہ کر بتاریخ یکم محرم ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۶ اپریل ۱۹۳۲ء بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب کو اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرما گئے اور جمعرات کے دن مسجد جامع حنفیہ محلہ کمہاراں کے احاطہ میں دفن کئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس مسجد کو اب گوردوارہ بنادیا گیا ہے۔ مگر حضرت مفتی صاحبؒ کی قبر ابھی تک محفوظ ہے۔

تقریباً بیس ہزار آدمی جنازہ میں شریک تھے۔ حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ حضرت مفتی صاحب کی تعزیت کے لئے دیوبند سے امرتسر تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے مجمع عام میں آپ کے خلف الرشید مولانا محمد بہار الحق صاحب قاسمی کی دستار بندی فرمائی۔

تلامذہ :

حضرت مفتی صاحبؒ اردو، پنجابی اور کشمیری تینوں زبانوں میں یکساں روانی، شگفتگی اور بے تکلفی کے ساتھ درس دیتے تھے۔ اس لئے آپ کے حلقہ تلامذہ میں پنجابی، ہندوستانی، کشمیری، بنگالی، مدراسی اور پٹھان طلبہ شریک ہوتے تھے۔ آپ کے تلامذہ میں مندرجہ ذیل مشہور حضرات شامل ہیں :۔

(۱) مولانا مفتی عبدالکبیر صاحب کشمیری (۲) مولانا مفتی سید عنایت اللہ شاہ صاحب مرحوم ابن مولانا سید عزیز اللہ صاحبؒ کریری کشمیری (۳) مولانا ولی اللہ شاہ کشمیری (۴) مولانا حکیم غلام قادر شاہ کشمیری مرحوم (۵) مولانا حکیم سید نور الدین گیلانی مرحوم (۶) مولانا حکیم سید زین العابدین شاہ مرحوم ریاست میسور (۷) مولانا عبداللہ میر صاحب کشمیری (۸) حضرت مولانا مفتی محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور (۹) حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ (۱۰) حضرت صاحبزادہ مولوی احمد شاہ صاحب چوروی (۱۱) مولانا مفتی عبدالرحمٰن ہزاروی مرحوم و مغفور (۱۲) مولانا عبدالرحیم صاحب امرتسری مرحوم (۱۳) مفتی محمد شاہ صاحب سعادت مرحوم مؤرخ کشمیر (۱۴) مولانا مفتی پیر اصغر شاہ صاحب مرحوم مدرس
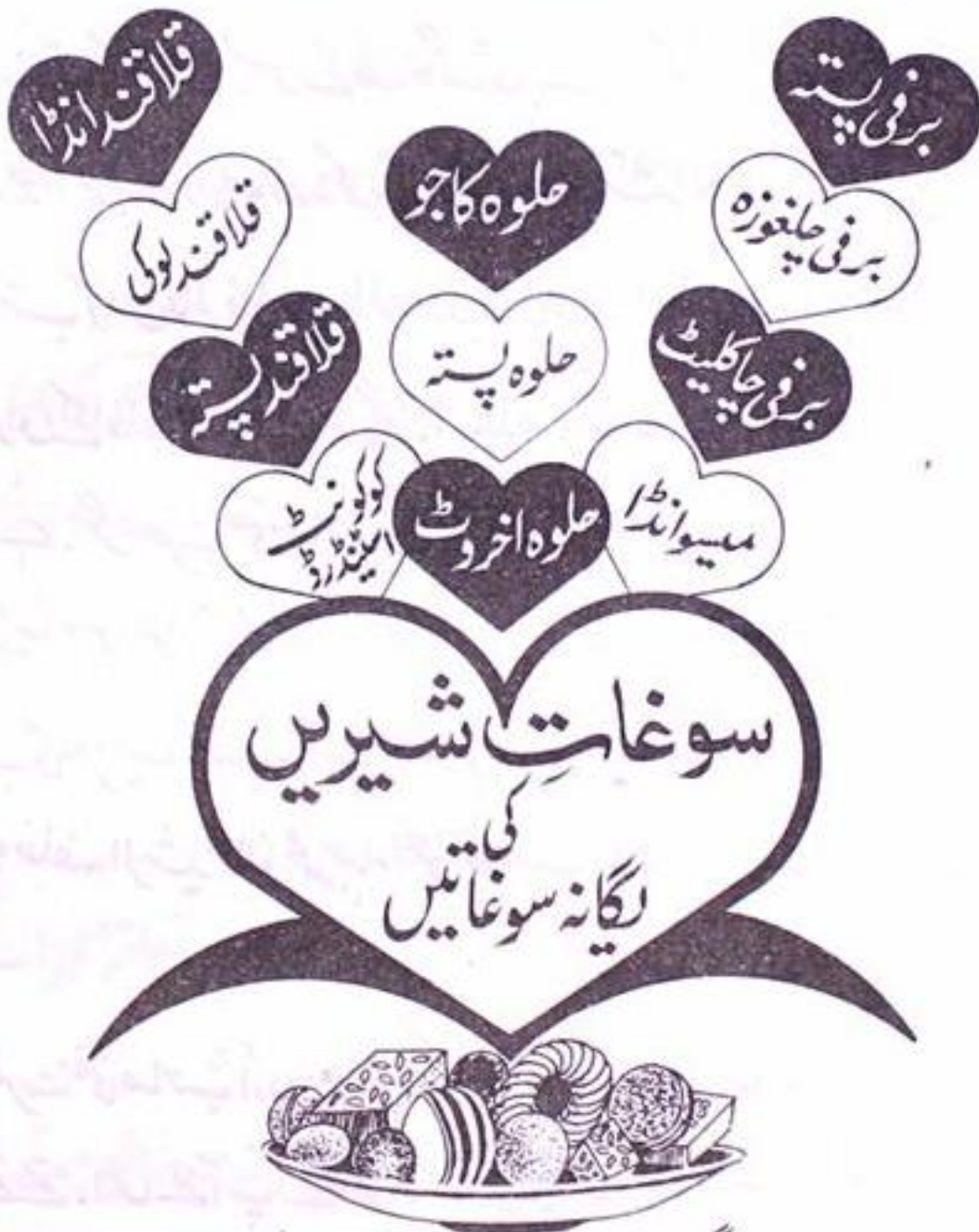
تبصرے کے لئے ہر کتاب کی دو جلدوں کا آنا ضروری ہے۔

بوادر النّوادر

تالیف :۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

ناشر :۔ ادارۂ اسلامیات، ۱۹۰ انارکلی ۔ لاہور $\frac{۲۳ \times ۱۸}{۱۶}$ سائز کے ۸۳۰ صفحات، دبیز اور چکنے آفسٹ پیپر پر عمدہ عکسی طباعت، دیدہ زیب اور پائیدار جلد، قیمت :۔ ۸۸/- روپے

"بوادر النوادر" حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے آخری دور کی تالیف ہے، جسے حضرتؒ کی نادر علمی تحقیقات کا عطر کہنا چاہئے۔ اس آخری دور میں تالیفات کی کثرت، تنوع اور افادیت کے لحاظ سے حضرت قدس سرہٗ کی کوئی نظیر نہیں ہے۔ آپکی تالیفات اصلاحِ اعمال واخلاق، تربیت باطن اور تزکیۂ نفس کے لئے تو بے مثال ہیں ہی لیکن ان میں تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد اور تصوّف سے متعلق جو علمی نوادر اور اچھوتی تحقیقات ملتی ہیں۔ وہ بجائے خود ایک دفترِ علم اور خزانۂ تحقیق وتدبر ہیں لیکن یہ تحقیقات آپکی تصانیف، مواعظ وملفوظات اور مکاتیب میں بکھری ہوئی ہیں۔

"بوادر النوادر" انہی تحقیقات کا ایک انتخاب ہے جو خود حضرت والاؒ نے فرمایا ہے۔ اور اپنی آخر حیات میں فرمایا ہے۔ اسی سے اس کی اہمیت اور نافعیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت والاؒ کے خلیفۂ خاص اور ہمارے شیخ ومربی سیدی وسندی حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب عارفی مدظلہم العالی "مآثرِ حکیم الامت" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرتؒ کے وصال سے شاید ایک ہفتہ یا عشرہ قبل کتاب "بوادر النوادر" طبع ہو کر آئی جن صاحب نے طبع کرائی تھی! انہوں نے اس کتاب کے بیس نسخے حضرتؒ کی خدمت میں ہدیہ ارسال کئے تھے۔ کتابیں جس وقت پیش کی گئیں۔ حضرتؒ اٹھ کر

بیٹھ گئے! اور بڑی مسرت کے اظہار کے ساتھ ایک ایک کتاب پر ہاتھ رکھ کر فرما رہے تھے کہ میری جان ان کے انتظار میں اٹکی ہوئی تھی۔ پھر ان کتابوں کو چند مخصوص احباب میں تقسیم فرمایا۔ (مآثر حکیم الامتؒ ص ۶۷)

یہ کتاب ۱۳۵۹ھ میں پہلی بار حج عبدالکریم صاحب نے شائع کرائی تھی۔ بعد میں احقر کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ نے ۱۳۶۵ھ میں دوبارہ شائع فرمائی۔ اب عرصہ دراز سے یہ کتاب نایاب تھی۔ ادارہ اسلامیات نے ۶۵ھ کے نسخے کا فوٹو لیکر اسے نہایت موزوں سائز پر شائع کیا ہے! اور اس کے شروع میں نہایت مفصل فہرست کا اضافہ کر دیا ہے جس کے ذریعے کتاب سے استفادہ نہایت آسان ہو گیا ہے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ خیراً اور کتاب کی جلد تو اتنی دلکش ہے کہ بیساختہ دیکھنے کو دل چاہتا ہے امید ہے کہ اہل علم اس کتاب کی کما حقہ قدر کریں گے۔ یہ مضامین بڑی بڑی کتابوں میں بھی یکجا دستیاب ہونے والے نہیں ہیں۔ (م ت ع)

نام کتاب۔ چالیس بدعتیں مؤلفہ۔ الحاج مولینا محمد مطیع الحق صاحبؒ

سائز۔ ۱۸×۲۳ کل صفحات۔ ۶۴ قیمت۔ ۵۰/۴ روپے

ناشر۔ پاک اکیڈمی بک سیلرز، دوکان ۲۲ جامع مسجد باب الاسلام۔ آرام باغ کراچی نمبر ۱

سنت کا اطلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر اس قول پر جو آپؐ نے فرمایا ہو اور ہر اس فعل پر جو آپؐ نے کیا ہو اور ہر اس کام پر ہوتا ہے جس کی آپؐ نے اجازت دی ہو، اس لئے سنت کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم سنت قولی یا حدیث شریف ہے جس کا ماخذ رسول اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور احادیث ہیں۔ دوسری قسم سنت فعلی ہے جس کا ماخذ آپؐ کے افعال ہیں اور تیسری سنت تقریریہ ہے۔ یعنی وہ افعال جن کا علم ہوجانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا ہو یا اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا ہو۔ سنت تمام مذاہب اسلامی کے نزدیک واجب العمل ہے اور قرآن پاک کے بعد اسلامی قانون سازی کا دوسرا ماخذ ہے۔ گویا یہ قرآن پاک کی تفسیر ہے اور اس کی مجمل آیات کی تشریح۔

بدعت، سنت کی ضد اور خود ساختہ اعمال و افعال کا وہ مجموعہ ہے جن کا قرآن و سنت سے کوئی ثبوت نہیں ملتا اور ان اعمال و افعال کو ثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے۔ آج کل بدعات کا زور ہے نئی نئی بدعات رائج کی جارہی ہیں۔ بعض مساجد بدعات کا گڑھ بنی ہوئی ہیں۔ خدا اور رسولؐ کے احکام کی دلوں میں کوئی اہمیت و وقعت نہیں ہے۔ خود ساختہ بدعات کی حمایت میں جنگ و جدل شروع کر رکھا ہے اور مولوی احمد رضا بریلوی مرحوم کا نام لے کر بدعات کی اہمیت بڑھائی جا رہی ہے حالانکہ موجودہ بدعات جدید دور کی ہیں اور ان کے بہت بعد میں شروع کی گئی ہیں۔ حضرت مولینا مطیع الحق پیامی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے موجودہ زمانے میں رائج شدہ بدعات کو مولوی احمد رضا خاں مرحوم اور مولوی امجد علی اعظمی مرحوم کی تصانیف سے ناجائز اور قرآن و سنت کی تعلیمات کے خلاف ثابت کیا ہے ان کی کتابوں کے باقاعدہ حوالے موجود ہیں۔

یہ کتاب ہر شخص کے لئے مفید اور انتہائی کار آمد ہے، اس کے مطالعہ سے بہت سے غلط فہمیاں دور ہوں گی اور علماء حق کے خلاف جو محاذ قائم ہوتا چلا جارہا ہے اس کا ازالہ ہوگا اور مسلمانوں میں باہمی محبت و اخوت کا جذبہ بیدار ہوگا۔ یہ کتاب باہمی محبت و اخوت اور بھائی چارہ قائم کرنے میں بہت مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف اور ناشر کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کی اصلاح و ہدایت کا ذریعہ بنائے آمین۔ (ا۔ا۔خ۔س)

اس خدمت